دشتِ ظلمت

غربت اور سود کی چند کہانیاں

امجد ثاقب

کن نیندوں محوِ خواب ہے اے چشمِ گریہ ناب
مژگاں تو کھول شہر کو سیلاب لے گیا

دشتِ ظلمت

ڈاکٹر محمد امجد ثاقب

اخوت: مکان نمبر 382، بلاک 15، سیکٹر بی ون، ٹاؤن شپ لاہور۔ فون نمبر: 042-35122743
Email: amjadsaqib1@gmail.com, akhuwatinfo@yahoo.com
(www.akhuwat.org.pk)

نام : وحشتِ ظلمت

ناشر : فرینڈز آف اخوت

کتابت : وسیم اصغر

تزئین : ایاز علی

سنِ اشاعت : 2011

قیمت : دوسو روپے

ملنے کا پتہ : مکان نمبر 382، بلاک نمبر 15، سیکٹر بی ون ٹاؤن شپ، لاہور

(اس کتاب کی فروخت سے حاصل ہونے والی آمدنی بلاسود قرضوں کی فراہمی کیلئے استعمال ہوگی)

فہرست

پیش لفظ

اسلامی تعلیمات میں سود کی جس طرح ممانعت کی گئی ہے اس سے ہم سب بخوبی آشنا ہیں۔قرآن پاک‘ احادیث مبارکہ اور خطبہ حجتہ الوداع ۔ان سب میں سود سے بچنے کے واضح احکامات موجود ہیں۔اسلام پر ہی کیا موقوف دنیا کا کوئی اخلاقی نظام سود کو جائز قرار نہیں دیتا لیکن اس کے باوجود سود دنیا کے ہر معاشرے میں زہر کی طرح سرایت کر چکا ہے۔سود پہ قرض لینا ایک عام سی بات ہوگئی ہے۔آپ جب چاہیں‘ جہاں چاہیں‘ جتنا چاہیں قرض لے سکتے ہیں۔سود خور ہر جگہ کسی عفریت کی طرح منہ کھولے موجود ہیں۔سود کی شرح انسان کی مجبوری اور ضرورت کے مطابق متعین ہوتی ہے۔عام طور پر یہ شرح دس سے بیس فیصد ماہانہ مقرر کی جاتی ہے جو 120 فیصد سے 240 فیصد سالانہ بنتی ہے۔یعنی آپ بیس ہزار روپے قرض لیں تو تقریباً چار ہزار روپے ماہانہ سود ادا کرنا پڑے گا۔اگر بیس ہزار کا قرض لیا گیا ہے تو چار ہزار پہلے ماہ کی قسط کاٹ کر سولہ یا اٹھارہ ہزار ملتا ہے۔اس قرض کی سب سے گھناؤنی شرط یہ ہے کہ اصل رقم یکمشت ادا کرنا پڑتی ہے۔غریب آدمی کے پاس اصل رقم اکٹھی نہیں ہوتی۔نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ ہمیشہ کیلئے سود خور کی غلامی کا شکار ہو جاتا ہے۔

سود خور کی گرفت اس قدر مضبوط ہوتی ہے کہ کوئی بھی شخص سود کی ادائیگی سے انکار تو دور کی بات ‘ادائیگی میں تاخیر کا بھی تصور نہیں کر سکتا۔اس کے کارندے اس قدر خوف وہراس پیدا کر دیتے ہیں کہ لوگوں کا خون تک خشک ہو جاتا ہے۔قرض لینے والے عموماً غریب اور سفید پوش ہوتے ہیں۔ان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس بات کا کسی اور کو علم نہ ہو۔اس راز کیلئے وہ ہر قیمت ادا کرنے پہ تیار رہتے ہیں۔بعض سود خور چار پانچ سال بعد مقروض کو کسی اور شخص کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں۔بعض اوقات ایک شخص دو دو تین تین سود خوروں کے شکنجے میں جکڑا ہوتا ہے۔اس بے بسی کا نتیجہ یا تو گھر بار کی نیلامی کی صورت میں نکلتا ہے یا پھر خودکشی اور خود سوزی میں۔یہی بے بسی جرم اور گناہ کے دروازے کھول دیتی ہے۔

معاشی استحصال‘ سماجی ناہمواری اور غربت کی ایک بڑی وجہ یہی سودی کاروبار ہے۔سود کی وجہ سے‘ وہ دولت جس پر سب کا حق ہے ایک ہی تجوری میں جمع ہوتی رہتی ہے۔ارتکاز خواہ طاقت کا ہو یا دولت کا ہمیشہ سے فساد کا باعث رہا ہے۔اخوت کے بلا سود چھوٹے قرضوں کے پس پردہ یہی

خواہش کارفرما تھی کہ دولت گردش میں آئے اور معاشرے کو سرمائے کے ارتکاز اور سود کی دیمک سے بچایا جائے۔شروع شروع میں اخوت کے قرضے صرف کاروباری مقاصد کیلئے دیئے جاتے تھے لیکن جب یہ راز کھلا کہ ہزاروں لوگ سود کے بوجھ تلے دفن ہیں اور کوئی ایسا ادارہ نہیں جو انہیں اس بوجھ سے نجات دلائے تو اخوت کے کل قرضوں کا دس فیصد حصہ ان قرضوں سے نجات کیلئے مخصوص کر دیا گیا۔اخوت کے ان قرضوں کو آزادی لون یا Liberation Loan کہا جاتا ہے اور یہ قرضے ان افراد کو دیئے جاتے ہیں جو کسی بیماری یا حادثہ کی وجہ سے سودی قرضوں کی دلدل میں جا گرتے ہیں۔بہن کی شادی' ماں کی بیماری' بیٹے کی تعلیم' کاروباری نقصان' کسی ملک کا ویزا' اچھی ملازمت۔بہت سی وجوہات ہیں جو لوگوں کو سودخور کی دہلیز پہ لے آتی ہیں اور پھر وہ ساری زندگی دکھ کی صلیب پر لٹکتے ہوئے گذار دیتے ہیں۔اخوت کی جانب سے دیئے گئے ان قرضوں کی حد پچاس ہزار تک ہوتی ہے۔اخوت کی جانب سے اب تک لبریشن لون کی مد میں اڑھائی ہزار سے زائد قرضے جاری کیے گئے ہیں۔کمزور' ناتواں' بے سہارا' تہی دست' تہی دامن۔قدرت سے شاکی' انسان سے شاکی۔یہ قرضے ایسے بہت سے خاندانوں کا سہارا بنے ہیں۔دس ہزار کی معمولی سی رقم جو ہم کسی شام دوستوں کے ساتھ کھانے پر خرچ کر دیتے ہیں نجانے کتنے گھرانوں کے لیے زندگی کا پیغام بن گئی۔یہ پروگرام اخوت کے اصل پروگرام برائے کاروباری قرضہ جات کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے تاہم اس کا مقصد لوگوں کی گردنیں غلامی کی زنجیر سے آزاد کروانا ہے۔

یہ اکیسویں صدی ہے۔انسانی تہذیب اپنے کمال پر پہنچ چکی ہے۔لیکن آج بھی ہزاروں لاکھوں لوگ ''دورِ جاہلیت'' کے اس سود کا شکار ہیں جسے نبی اکرم ﷺ نے' جاہلیت کی بہت سی اور رسموں کی طرح' اپنے پاؤں تلے روند ڈالا تھا۔یہ کسی ایک شخص کا نہیں پوری انسانی تہذیب کا المیہ ہے۔سود اور سرمایہ داری کا سفینہ کب ڈوبے گا۔لالچ' حرص اور طمع۔دکھ' درد اور استحصال۔انسان کو آزادی کی نوید کب ملے گی۔یہ کتاب اسی دعا کا حاصل ہے:

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ
دنیا ہے تیری منتظر روزِ مکافات

محمد امجد ثاقب

سودخوروں کے ''غلام''

ڈاکٹر امجد ثاقب اور ''اخوت'' اب لازم وملزوم ہیں ۔ایک کا نام لیجئے تو فوراً دوسرے کا تصور ذہن میں آجاتا ہے ۔ان دونوں نے مل کر پاکستان کو نئی بلندیوں تک پہنچایا ہے ۔یہ واحد ملک ہے جہاں ضرورت مند افراد کو بڑے پیمانے پر بلاسود قرضے فراہم کئے جاتے ہیں ۔دنیا بھر میں کئی ادارے چھوٹے قرضوں کے ذریعے غربت کو کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن ان کی شرح سود بڑے قرضوں سے زیادہ ہوتی ہے ۔بنگلہ دیش کا عالمی شہرت یافتہ گرامین بنک بھی بیس سے تیس فیصد تک سود وصول کرتا ہے ۔

ڈاکٹر امجد ثاقب اور ان کے رفقاء نے دس ،گیارہ برس پہلے ''اخوت'' کی بنیاد رکھی تو طے کر لیا کہ قرضے سود کے بغیر دیئے جائیں گے ۔چند ہزار سے شروع ہونے والا یہ ادارہ اب ہزاروں کیا لاکھوں گنا ترقی کر چکا ہے ،لیکن سود کے نام پر اس نے ایک پیسہ بھی وصول نہیں کیا ۔اہل ''اخوت'' نے 2001ء میں لاہور کی ایک کچی بستی کی رہائشی ایک بیوہ کو دس ہزار روپے کا قرض دے کر اپنے کام کا آغاز کیا تھا ۔اس نے اس رقم سے دو جدید سلائی مشینیں خریدیں اور اپنی بیٹیوں کے ساتھ مل کر دن رات محنت کی ۔چھ ماہ کے اندر اس نے قرض واپس کیا اور ایک بچی کی شادی بھی کر دی...... دس ہزار روپے کی معمولی رقم نے اس معجزے کو جنم دیا تو ڈاکٹر امجد ثاقب کا دل حوصلے سے بھر گیا ......وہ اس راستے پر آگے بڑھتے گئے ،ایک کے بعد دو ،تین ،چار......سو......ہزار......بس یہ کہ بے شمار گھرانے آباد ہو گئے ۔

بلاسود قرض فراہم کرتے کرتے انہیں وہ لوگ بھی ملنے لگے جنہیں سودخوروں نے اپنے پنجوں میں جکڑ رکھا تھا ۔یہ سودخور جو ہمارے ارد گرد سینکڑوں کیا ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں ۔ضرورت مندوں کو شکار کرتے اور انہیں زندہ در گور کر دیتے ہیں ۔دس ہزار بطور قرض دے کر دو ،تین ،چار ہزار روپے تک ماہانہ سود وصول کرتے رہتے ہیں ۔ان کا اصل زر کبھی ادا نہیں ہوتا کہ وہ یکمشت دینا پڑتا ہے ۔جب تک پورا اصل زر واپس نہ ہو جائے سود کی قسط جاری رہتی ہے ۔امجد ثاقب نے اپنی کتاب میں ان بیسیوں افراد کی سچی کہانیاں لکھی ہیں ،سودخور جن کا خون چوس رہے تھے کہ وہ ''اخوت'' تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ۔سود کے عذاب سے نجات پا کر انہوں نے نئی زندگی

حاصل کر لی۔

ڈاکٹر امجد ثاقب کی یہ کتاب جہاں اہل ثروت کو اپنی طرف متوجہ کر رہی ہے وہاں اہلِ اقتدار کو بھی جھنجھوڑ رہی ہے۔"انسدادِ منی لینڈنگ ایکٹ" موجود ہے۔اس کے تحت نجی سودخوری ممنوع ہے۔خلاف ورزی پر دس سال تک قید کی سزا دی جا سکتی ہے،لیکن کسی سودخور کو آج تک شاید ہی کسی عدالت نے سزا سنائی ہو۔سودخوروں کے غلام بن جانے والے تو آہ تک لیتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ ان کی جان اور عزت داؤ پر لگی ہوتی ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں یہ مذاق کب تک جاری رہے گا،اس کا جواب ہر اس شخص کے ذمے ہے،جس کے پاس کچھ بھی اختیار موجود ہے۔ڈاکٹر امجد ثاقب (اور ان کا ادارہ) تو اپنے حصے سے بڑھ کر کام کر رہے ہیں،اب ان کی باری ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے جوابدہ ٹھہرایا ہے۔وہ خادم اعلیٰ کہلائیں،یا وزیر اعلیٰ،وزیر اعظم یا صدر مملکت،نینداور چین کو ترسنے والی آنکھیں ان کا تعاقب کرتی رہیں گی۔

تعارف

اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت میں بہت کم معاملات کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ اُن چند موضوعات میں سے ایک سود کی حرمت ہے۔ قرآنِ مجید کے مطابق اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدقات بابرکت ہوتے ہیں اور سود بے برکت اور بے وقعت ہوتا ہے۔ اللہ کے کلام کے مطابق سود خور دماغی لحاظ سے ایسا باولا ہو جاتا ہے جیسے انسان' شیطان کے چھوت لگنے سے ہو جاتا ہے۔ سود پر اصرار کرنے والا اسلامی حکومت کا باغی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف برسرِ جنگ قرار دیا گیا ہے اور قرآن مجید نے اس کے بارے میں جہنم کی وعید سنائی ہے۔ سود خور کے خلاف اس سخت رویئے کی وجہ یہ ہے کہ سود خور انسانی ہمدردی کے جذبات سے بالکل عاری ہو کر صرف اور صرف پیسے کا پجاری بن جاتا ہے۔ وہ پیسے کی خاطر اپنے بہن بھائیوں کی شدید ضرورتوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے' جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ دوسروں سے ساتھ ہمدردی کریں' ظلم نہ کریں۔ جو شخص انسانی ہمدردی کے جذبات سے عاری ہو وہ نہ اچھا انسان اور نہ اچھا مسلمان ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ انسانوں کی ضرورتوں کے پیشِ نظر ان کی مدد کریں اُن کا استحصال نہ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں سورۃ البقرہ میں سود کی حرمت کا بیان آیا ہے وہیں اس سے پہلے صدقہ اور خیرات کی برکات کا شاندار تذکرہ بھی موجود ہے تاکہ پڑھنے والے جان لیں کہ اللہ کے نزدیک انسانیت پر مبنی رویہ کیا ہے اور انسانیت سے دشمنی کس صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔

اخوت ایک ایسا ادارہ ہے جس نے صدقہ اور خیرات کے بہترین استعمال کے ثمرات کو پاکستان بھر میں پھیلانے کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ یہ ادارہ قرآنی تصور کے عین مطابق جہاں صدقات کو پھیلانے کا کام سرانجام دے رہا ہے وہیں سود کی لعنت کے خاتمے کے لئے بھی کام کر رہا ہے۔ اس ادارے کے سربراہ ڈاکٹر محمد امجد ثاقب کے قلم سے نکلی ہوئی یہ تحریر ہمارے ملک میں پھیلے ہوئے سودی کاروبار کے بھیانک جال کی ایک جھلک پیش کر رہی ہے۔ اس تحریر کو پڑھ کر ذہن میں یہ سوال بار بار پیدا ہوتا ہے کہ آخر خلافِ فطرت' خلافِ شریعت اور خلافِ قانون اس ظالمانہ دھندے کی پشت پناہی پسِ پردہ کون کر رہا ہے جس کی وجہ سے یہ ظالم لوگ بے خوفی کے ساتھ غریب لوگوں کا خون بے دردی سے چوس رہے ہیں؟

پاکستان کی عدلیہ، پارلیمان اور سول سروس سے تعلق رکھنے والے تمام افراد پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے اپنے دائرہ اختیار میں عملی اقدام اٹھا کر ملک سے قرضوں کے ذریعے غریبوں پر ہونے والے اس ظلم کا خاتمہ کریں۔ ڈاکٹر امجد ثاقب اور ان کا ادارہ اخوت تمام مخلص پاکستانیوں کے تعاون اور دعاؤں کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ہمارے ملک سے غربت کے خاتمے کا عزم کر رکھا ہے۔ وہ اس مقصد کے حصول کے لئے مستحق غریبوں کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی غرض سے بڑے پیمانے پر بلا سود قرضے دینے کا کام کرنے کے ساتھ ساتھ غریبوں کی زندگی کو ناممکن بنانے والے سنگ دل سود خوروں کے خلاف جہاد بھی کر رہے ہیں۔ ''سود کی کہانیاں'' ان کی اسی مساعی کی ایک کڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مخلصانہ مسیحائی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔

ڈاکٹر خالد ظہیر

یونیورسٹی آف سنٹرل پنجاب

29 ستمبر 2010

کہانیاں

سود کی یہ کہانیاں ظلم کی بدترین تصویر ہیں۔یہ کل اٹھائیس کہانیاں ہیں لیکن اصل میں یہ ایک ہی کہانی ہے۔بس کردار مختلف ہیں۔ایک خریدار،ایک ضرورت مند اور بہت سے تماشائی۔آیئے ایک لمحے کے لیے سوچیں کہ اس کہانی میں ہم کہاں کھڑے ہیں۔

1

زندگی یا موت

راوی : مسز ظلِ ہما

قرض کی رقم : 45000

شرح سود : 150فیصد

مسز ظل ہما کو ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑا جو کسی بھی شخص کو اپنی زندگی ختم کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں ۔ان کا تعلق ایک نچلے متوسط گھرانے سے ہے ۔ان کے شوہر ایک پرائیویٹ فرم میں سیلز منیجر ہیں ۔ایک خوبصورت اور آسودہ زندگی کا خواب پورا کرنے کے لئے وہ خود بھی کام کرتی تھیں ۔ان کا کام مختلف نمائشوں میں بچوں کے گارمنٹس کے اسٹال لگانا تھا ۔وہ بڑے عرصے تک یہ کام کامیابی سے کرتی رہیں ۔لیکن اچانک ایک نمائش کے دوران ان کی ساری جمع پونجی چوری ہو گئی ۔اس میں ان کا سارا مال' ذاتی پیسے اور کپڑوں کی فروخت سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی شامل تھی ۔ کاروبار میں ادھار ایک عام بات ہے ۔انہوں نے بھی مال ادھار پر لیا ہوا تھا ۔لیکن اس چوری نے یکدم سب کچھ تبدیل کر دیا ۔انہیں یوں لگا جیسے وہ لوگوں کی نظر میں خود چور بن گئی ہیں ۔انہوں نے اپنے شوہر کو تمام حالات سے آگاہ کیا ۔شوہر اور کچھ اور لوگوں نے ان کی مدد کی لیکن پھر بھی پینتالیس ہزار روپے کی رقم کم پڑ گئی ۔وہ رقم کے بندوبست کی کوششوں میں لگی رہیں لیکن کامیابی نہ ہوئی ۔اسی دوران ان کی ملاقات رضیہ بیگم نامی ایک عورت سے ہوئی جس نے ان کو اپنی بیٹی بنا لیا اور بہت محبت سے پیش آئی ۔مشکل کے اس وقت میں ہمدردی کے چند الفاظ بھی بہت بڑی طاقت تھے ۔ مسز ظل ہما کو رضیہ بیگم کی باتوں نے بہت سہارا دیا ۔رضیہ بیگم نے ظل ہما کو پینتالیس ہزار روپے کی رقم بھی فراہم کر دی اور روزانہ ان کے گھر آنے لگی ۔کچھ عرصے بعد ظل ہما کو احساس ہو گیا کہ یہ عورت ٹھیک نہیں ہے ۔رضیہ بیگم بھی آہستہ آہستہ کھل کر سامنے آ گئی اور اپنی رقم کا تقاضا بمعہ سود کرنے لگی ۔بات دھمکیوں تک پہنچ گئی ۔رضیہ بیگم کے درپردہ عزائم کچھ اور ہی تھے ۔وہ سود پر رقم دینے کے ساتھ ساتھ ایک قحبہ خانہ چلاتی تھی جہاں مجبور عورتوں کی عزت کا سودا ہوتا ۔اب اس نے یہ تقاضا کرنا شروع کر دیا کہ یا تو رقم واپس کرو یا پھر طوائف بن کر ہمارے قحبہ خانہ میں کام کرو ۔یہ

سن کر مسز ظلِ ہما کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔وہ ایک شریف گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ایسا تو انہوں نے سوچا بھی نہ تھا۔وہ اپنے خاوند کو کیا بتائیں گی؟۔ان کے گھر والے یہ سب جان کر کیا کہیں گے۔مسز ظلِ ہما خود اپنی نگاہوں میں حقیر ہونے لگیں۔"کیا مجبوری کی قیمت عزت و آبرو ہوتی ہے"۔ظلِ ہما کو یہ سوال ہر وقت ستا رہا تھا۔انہیں یوں لگا جیسے دنیا بھر میں کوئی ان کا ہمدرد نہیں۔یہ سب مایا جال اور ایک دھوکہ ہے۔ان کے پاس رقم کا کوئی بندوبست نہ ہو سکا اور رقم بھی تین ماہ میں 45 ہزار سے بڑھ کر 70 ہزار ہو چکی تھی۔پھر ایک وقت وہ آیا جب انہوں نے اپنی عزت بچانے کے لئے اپنی زندگی کو ختم کرنے کا سوچنا شروع کر دیا کیونکہ یہ صرف رقم کا معاملہ نہیں بلکہ ایک شریف گھرانے کی عزت اور آبرو کا امتحان بھی تھا۔لیکن قدرت کو یہ رسوائی منظور نہ تھی۔وہ اخوت کے دفتر کیسے پہنچیں یہ بھی ایک طویل کہانی ہے۔مایوسی اور امید کے کئی امتحانوں کے بعد بالآخران کی مراد بر آئی۔اخوت کی جانب سے ستر ہزار ادا ہونے پر مسز ظلِ ہما کو اس دلدل سے نکلنے کا موقعہ ملا۔رضیہ بیگم آج بھی انہی گلی محلوں میں گھومتی ہے۔ہمدردی' سود اور پھر طوائف کا کوٹھا۔نجانے کتنی عورتیں رسوائی کے یہ سنگِ میل عبور کر چکی ہیں۔

یہ کون جان سکتا ہے کہ جن لوگوں نے اخوت کا یہ کام شروع کیا ان کے حصے میں کتنی نیکیاں جمع ہو رہی ہیں۔
عبدالقادر حسن (روزنامہ جنگ)

2

پینتیس ہزار کے بدلے چار لاکھ اٹھتر ہزار

راوی	:	نعیم مسیح
قرض کی رقم	:	35000
شرح سود	:	103فیصد سالانہ

یہ کہانی شاید ساری کہانیوں سے المناک ہے۔ ناقابل یقین اور ناقابل بیان۔ کیا معاشرے میں اس قدر ظلم اور استحصال بھی ہوسکتا ہے۔ کیا انسان کی کوئی قدر' کوئی آبرو نہیں۔ یہ کہانی نعیم مسیح کی کہانی ہے جو تیرہ سال سے سود کا بوجھ اتارتے' اتارتے تھک چکا تھا۔ سود نے اس کی رگوں سے خون کا ہر قطرہ نچوڑ لیا۔ بے جان' ناتواں اور کمزور۔

نعیم مسیح ایک غریب گھرانے کا فرد ہے۔ اس نے اپنی زندگی کا آغاز چھوٹے موٹے کاروبار اور ٹھیکیداری سے کیا۔ لیکن تجربے کی کمی کی وجہ سے وہ کامیاب نہ ہوسکا۔ ''یہ 1992 کی بات ہے کہ نالیوں کی تعمیر کے ٹھیکہ میں مجھے نقصان اٹھانا پڑا''۔ نعیم نے اپنی کہانی سنانا شروع کی۔ ''میں نے ٹھیکیداری کا یہ کام ادھار کی رقم سے شروع کیا تھا۔ مجھے بہت سے لوگوں کے پیسے دینا تھے۔ مجبوری کے اس عالم میں کوئی میری مدد کو نہ پہنچا اور مجھے ایک شخص سے 35 ہزار روپے سود پر لینے پڑے۔ بہت منت سماجت کے بعد تین ہزار روپے ماہانہ سود مقرر ہوا۔ اپنے آپ پہ میرا اعتماد اتنا اُکھڑ گیا کہ میں کوشش کے باوجود دوبارہ کوئی کام نہ کرسکا۔ ٹھیکے داری کے اصول مجھے نہ آسکے۔ میرے والدان دنوں واپڈا میں ملازم تھے۔ ان کے توسط سے مجھے بھی واپڈا میں معمولی ملازمت مل گئی۔ ہم باپ' بیٹا پارٹ ٹائم الیکٹریشن کا کام بھی کرنے لگے۔ اس طرح سود کی رقم ادا ہونے لگی اور گھر بھی چلتا رہا۔ سودخور بہت طاقت ور تھا اور ظالم بھی۔ وہ ہر ماہ پہلی تاریخ کو اپنی قسط وصول کرنے آجاتا۔ ہمارے گھر میں چولہا جلتا یا نہ جلتا' سود کی رقم ضرور ادا ہوتی۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ 1992 سے لے کر مئی 2005 تک میں بطور سود چار لاکھ اٹھتر ہزار روپے ادا کرچکا تھا۔ اس رقم کی رسیدیں آج بھی میرے پاس محفوظ ہیں۔ ان تیرہ سالوں میں ہمارے پاس یکمشت اتنے پیسے اکٹھے نہ ہوسکے کہ ہم اصل زر یعنی پینتیس ہزار ادا کرکے قرضے سے جان چھڑوا سکتے۔

ہمیں تو یوں لگتا تھا کہ ہم سود ادا کرنے کے لئے ہی پیدا ہوئے تھے۔ جتنے دکھ میں نے اور میرے گھروالوں نے اٹھائے' کسی نے کیا اٹھائے ہوں گے۔ ہر لمحہ موت' ہر لمحہ اذیت۔ جب میں ان تیرہ سالوں کی طرف دیکھتا ہوں تو آنسوؤں اور حسرتوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اتنی بڑی رقم میری اور میرے گھروالوں کی قسمت بدل سکتی تھی۔ سود کتنی بڑی لعنت ہے اور سود خور کتنے بے حس' ظالم اور طاقت ور ہیں یہ مجھ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں جانتا۔''

نعیم مسیح نے یہ بات کہی اور خاموش ہو گیا۔ پھر ایک روز اخوت نے نعیم مسیح کے ذمہ 35 ہزار روپے یکمشت ادا کر دیئے اور نعیم نے اخوت کو ڈیڑھ سال کے اندر یہ رقم واپس کر دی۔ اب وہ قرض کے بوجھ سے مکمل آزاد ہو چکا ہے۔ دکھ کی بھیانک رات گذرنے کے بعد سکھ اور اطمینان کی کرنیں طلوع ہو رہی ہیں۔ اب وہ جو کماتا ہے وہ صرف گھر والوں کے کام آتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ جو کچھ ہوا کیا وہ کسی بھی معاشرے کے لیے باعث افسوس نہیں؟

قرضہ لینا سنت ہے۔ حضورؐ نے قرضہ لیا بھی اور دیا بھی ۔۔۔ مگر یہ قرضِ حسنہ ہے۔ بلا سود معاملے نے اخوت کو عزت اور کامیابی دے دی۔

ڈاکٹر اجمل نیازی (روزنامہ نوائے وقت)

3

بیس ہزار اصل زر اور چوبیس ہزار سود

راوی	:	شاہد الٰہی
قرض کی رقم	:	20ہزار
شرح سود	:	120فیصد سالانہ

شاہد الٰہی ایک سرکاری محکمے میں سٹینوگرافر ہے۔اس کے دامن پر کسی بھی طرح کی بددیانتی کا کوئی داغ نہیں۔اس نے ہمیشہ"چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاؤ" کے اصول پہ عمل کیا۔ وہ عام سرکاری ملازموں سے بہت مختلف ہے۔ہمدرد' خوش اخلاق اور فرض شناس ۔شاہد اپنی بیوی اور دو بچوں کے ساتھ شاہدرہ میں رہتا ہے۔گزر بسر ٹھیک ہو رہی تھی کہ اچانک ایک حادثہ نے اس کی زندگی کو مشکلات میں تبدیل کر دیا۔اس کا بیٹا حادثاتی طور پر آگ کا نشانہ بن کر جل گیا۔ جلنے کے نتیجہ میں ہونے والے Burns کا علاج بہت مہنگا ہوتا ہے لیکن اولاد کی زندگی اور خوشی کے سامنے پیسے کی کیا وقعت۔اس نے اپنے بیٹے کا علاج شروع کروا دیا۔دعائیں اور علاج ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ بیٹا صحت یاب ہونے لگا لیکن بے حد سست روی سے۔پھر ایک وقت آیا کہ علاج جاری نہ رہ سکا۔ اس کی وجہ وسائل کا فقدان تھا۔شاہد الٰہی نے بیٹے کے علاج کے لئے روپوں کا انتظام کرنے کی بھاگ دوڑ شروع کر دی لیکن وہ اتنے پیسوں کا انتظام نہ کر سکا جتنی اس کو ضرورت تھی ۔ بیٹے کی دوبار سرجری ہو چکی تھی ۔ڈاکٹروں کی ہمدردی اور مدد کے باوجود ضروری ادویات بازار سے ہی خریدنا پڑ رہی تھیں ۔"ہر دوائی تو مفت نہیں دی جا سکتی"۔جب ایک ڈاکٹر نے یہ کہا تو اسکو ایک دھچکا سا لگا۔ان جانے میں کہے ہوئے سخت الفاظ دل کے شیشے کو کسی طرح چکنا چور کرتے ہیں۔تیسری بار سرجری کا فیصلہ کیا گیا تو شاہد کو وسائل کی کمی کا شدت سے احساس ہوا۔ اس موقع پر علاج بھی نہیں رک سکتا تھا۔اس نے مجبوراً سود پر بیس ہزار روپے لے کے بیٹے کے علاج کی نذر کر دیئے۔" میں نے یہ کام ہر طرف سے مایوس ہو کر کیا تھا۔میرے عزیز واقارب' میرے دوست۔کوئی بھی میرے کام نہ آسکا۔میں کسی کو الزام نہیں دے سکتا۔ان کے پاس میرے لیے کچھ نہ تھا۔وہ تو خود ضرورت کی چکی میں پس رہے تھے"۔بیٹا صحت یاب ہو کر گھر آ گیا۔شاہد نے سود پر جو رقم بیٹے کے

علاج کے لئے لی تھی اس کی اقساط ادا کرنی شروع کردیں۔ یہ قسط دو ہزار روپے ماہانہ تھی۔ وہ یہ رقم ایک سال تک ادا کرتا رہا۔ اس دوران وہ 24,000 کی رقم بطور سود دے چکا تھا جب کہ اصل رقم وہیں موجود تھی۔ اس نے اپنے محکمہ کے افسران سے رابطہ کیا کہ کسی طرح اس کی تنخواہ کے عوض قرض مل جائے۔ سود کی شکل میں اس کے وجود سے خون ٹپک رہا تھا۔ قطرہ قطرہ۔ یہ اسے گوارا نہ تھا لیکن محکمہ کا قانونی طریقہ کار آڑے آیا۔ "There is no such precedence" جب اس کے افسر نے یہ الفاظ کہے تو اسے دکھ ہوا کہ یہ کیسا نظام ہے کہ بیس سال کی خدمت کے باوجود وہ کسی مدد کا مستحق نہیں۔ شاہد اتنا رو چکا تھا کہ اس کے آنسو بھی خشک ہونے لگے تھے۔ اس نے اخبار میں اخوت کے بارے میں پڑھا تو ڈھارس بندھنے لگی۔ اس نے متعلقہ برانچ میں پہنچ کر اپنی کہانی سنائی تو اسے یقین آیا کہ ابھی بھی نیکی کے بہت سے چراغ روشن ہیں۔ چند ہی دنوں میں سود سمیت قرضہ ادا ہو گیا اور شاہد کو ایک بار پھر زندگی اچھی لگنے لگی۔ بچے کی معصوم مسکراہٹ نے غم کا بہت سا غبار دھو دیا۔

اخوت جو کام کر رہی ہے یہ ایک بڑی غیر معمولی خدمت ہے۔

علامہ جاوید احمد غامدی (سکالر)

4

شادی سود اور فاقے

راوی	:	مرزا شاہد بیگ
قرض کی رقم	:	20ہزار
شرح سود	:	240فیصد

مرزا شاہد بیگ کی عمر اٹھائیس سال اور تعلیم پانچویں جماعت ہے۔وہ ریلوے آفیسرز اکیڈیمی لاہور میں ملازم ہے اور اپنی بیوی، بیٹی، والدہ' والد اور ایک بھائی کے ہمراہ کالونی کے ایک کوارٹر میں رہائش پذیر ہے۔اسے آٹھ ہزار ماہانہ تنخواہ ملتی ہے۔چھ ماہ قبل شاہد کی بہن کی شادی تھی۔کپڑے، سونا، جہیز بہت کچھ اسکی والدہ نے کئی سال کی محنت اور بچت سے بنا لیا لیکن پچاس مہمانوں کی بارات اور پچاس دیگر مہمانوں کے کھانے کے لیے بیس ہزار کی رقم کا بندوبست نہ ہوسکا۔بہن کا سسرال جلد شادی کرنا چاہتا تھا۔شاہد کی والدہ اور والد انہیں کیا بتاتے کہ ان کے پاس بارات کو کھانا کھلانے کے لیے بیس ہزار کی معمولی رقم بھی نہیں۔ بیس ہزار بعض اوقات کتنے اہم ہو جاتے ہیں بڑے بڑے لوگ شاید یہ بات نہ سمجھ سکیں۔شاہد اور اس کے والدین نے اِدھر اُدھر دیکھا۔کچھ انتظام نہ ہوا تو مجبوراً ایک مقامی سودخور سے رابطہ کیا گیا۔سودخور نے دوسو چالیس فیصد سالانہ شرح سود پر بیس ہزار کی رقم فوراً پیش کردی لیکن پہلی قسط کے چار ہزار روپے کاٹ کر۔گویا شاہد کے ہاتھ میں صرف سولہ ہزار آئے۔ان سولہ ہزار سے انہوں نے سو آدمیوں کو جو کھانا پیش کیا اس کے معیار کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

شادی ہوگئی۔شادیانوں کا شور ختم ہوا۔بارات واپس لوٹ گئی۔لیکن قرض کا بوجھ شاہد کے کندھوں کو دہرا کرنے لگا۔اگلے ماہ آٹھ ہزار کی آمدنی میں سے چار ہزار ماہانہ سود کا نکل گیا اور بیس تاریخ کے بعد فاقے ہونے لگے۔شاہد کی زندگی دوبھر ہوگئی اور وہ چند ہی ہفتوں میں بستر سے جالگا۔والد اور والدہ اپنی جگہ مجرم بنے بیٹھے تھے۔اسی دوران اس کے ایک دوست کو اس کی مشکل کا علم ہوا تو اس نے شاہد کی انگلی پکڑی اور اسے اخوت کے دفتر لے آیا۔اس وقت تک پانچ ماہ گذر چکے تھے اور شاہد بیس ہزار اصل رقم پر بیس ہزار سود ادا کر چکا تھا اور اصل بیس ہزار سر پر کھڑے تھے۔اسکا دوست

ضامن بنا۔ پانچ ہزار کا بندوبست خود کیا اور بقیہ پندرہ ہزار کا کیس تیار ہوا۔ شاہد نے اخوت کو ساڑھے بارہ سو روپے ماہوار ادائیگی کا وعدہ کیا۔ چند ہی روز میں سودخور کو بلا کر ساری رقم ادا کر دی گئی۔ شاہد کا کہنا تھا کہ اس وقت وہ اتنا ہی خوش تھا جتنا شادی کے بعد بہن کو گھر سے رخصت کرتے ہوئے۔ وہ خوشی بہن کی نئی زندگی کی خوشی تھی، یہ اپنی نئی زندگی کی۔ شاہد کی ماں نے جھولی اٹھا کر اخوت کے نمائندہ کو دعا دی اور شاہد اس کے گلے سے لپٹ گیا۔ جو بوجھ ساری عمر اسے بوجھل رکھتا وہ بوجھ اسکے کندھے سے ہمیشہ کے لیے اتر چکا تھا لیکن ایک سوال کا جواب اسے ابھی تک نہیں مل سکا۔ ''سودخور انسان بھی ہیں۔ مسلمان بھی اور پاکستانی بھی۔ یہ مجبوروں کی زندگی کو جہنم کیوں بناتے ہیں؟ کیا انہیں کسی کے دکھ درد کا کوئی احساس نہیں؟ اور پھر یہ بھی کہ کیا ریاست کے اداروں میں اتنا دم خم بھی نہیں کہ انہیں اس ظلم سے روک سکیں''۔ مرزا شاہد بیگ ریلوے آفیسرز اکیڈیمی میں ملازم ہے۔ اس کا جی چاہتا ہے کہ اپنے افسروں سے یہ بات ضرور پوچھے لیکن ابھی تک وہ یہ جرات نہیں کر سکا۔

اخوت کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ انفرادی نیکیاں' اجتماعی شکل میں ڈھل جائیں تو ان کی تاثیر بہت بڑھ جاتی ہے۔

امجد اسلام امجد (شاعر)

5

بیوی کے علاج کی سزا

راوی : جمیل مسیح

قرض کی رقم : بیس ہزار

شرح سود : 150فیصد

جمیل کا تعلق ایک اقلیتی مذہب سے ہے۔وہ ایک سرکاری ادارے میں ملازمت کرتا ہے اور چوبرجی کوارٹرز لاہور میں رہائش پذیر ہے۔پانچ افراد پہ مشتمل خاندان کا واحد کفیل۔کم تنخواہ اور اخراجات زیادہ۔اس کی زندگی انتہائی تنگدستی سے گزر رہی تھی۔ان لاکھوں افراد کی طرح جو زندگی کو سزا سمجھ کر کاٹتے ہیں۔جب اس کی بیوی بیمار ہوئی تو اس کو زندگی اور بھی مشکل نظر آئی۔جہاں دو وقت کی روٹی پوری کرنا مشکل ہو وہاں علاج کی رقم کہاں سے آتی۔سرکار کے کسی ہسپتال میں کوئی ایسا وارڈ نہیں تھا جہاں اس کی بیوی کا علاج ہو سکتا۔یہ وارڈ جن لوگوں کے لیے بنے ہیں اسکا تعلق ان سے نہ تھا۔جمیل علاج کے لیے رقم کا بندوبست کرنے کے لئے ادھر ادھر پھرتا رہا لیکن ہر جگہ سے اسے صرف مایوسی ملی۔اس نے کئی بار سوچا کہ وہ لوگ کون ہیں جنہیں علاج کی سہولت حاصل ہوتی ہے۔لیکن اس سوال کا جواب اسے کون دیتا۔ہر طرف سے مجبور ہو کر اس نے ایک روز سود پہ رقم حاصل کی اور اپنی بیمار بیوی کا علاج کروانے لگا۔لیکن سود کا یہ مہنگا سودا اس کے لئے دلدل ثابت ہوا۔گھر کے اخراجات پہلے ہی پورے نہیں ہوتے تھے اب اس پر سود کی قسط کا اضافی بوجھ بھی پڑ گیا۔اس کی مشکلات میں اضافہ ہونے لگا۔زندگی اور دوبھر ہو گئی۔ایک طویل عرصہ تک وہ سود کی قسطیں ادا کرتا رہا لیکن اس کے لئے سب سے زیادہ پریشانی کی بات یہ تھی کہ اصل رقم وہیں کی وہیں موجود تھی۔"مجھے صحیح طور پر یاد نہیں کہ میں کتنا سود ادا کر چکا ہوں لیکن یہ اصل زر سے کئی گنا زائد ہے۔اسی ہزار یا ایک لاکھ" جمیل نے انتہائی دکھ سے بتایا۔اس کے لہجے میں زہر رچا ہوا تھا۔ان حالات نے جمیل کا سخت مایوس کر دیا۔"زندگی بوجھ بن چکی ہے۔اکٹھے بیس ہزار کا بندوبست کرنا میرے لئے شاید کبھی بھی ممکن نہ ہو۔کاش یہ زمین پھٹ جائے اور میں زندہ درگور ہو جاؤں۔"

جمیل کو کیا خبر۔وہ تو پہلے ہی زندہ درگور ہے۔نہ گھر بار نہ کاروبار نہ کوئی بڑا رشتے دار'اقلیت' نچلے

درجے کی ملازمت۔ ''میرا اور میرے گھر کے پانچ افراد کا کیا مستقبل ہے''۔ جمیل نے یہ سوال بہت سے لوگوں سے کیا لیکن کہیں سے کوئی جواب نہ مل سکا۔ **اخوت** نے جمیل مسیح کا سودی **قرض** ادا کیا اور ایک روز اسے ایک اچھی زندگی کی نوید دی۔ جمیل **اخوت** کی **قرض** کی مکمل رقم ادا کر چکا ہے۔ ''میں **اخوت** کا شکرگزار ہوں۔ اس ادارے نے مجھے مایوسی سے نکالا اور یہ احساس بخشا کہ کسی اقلیتی گروہ سے تعلق رکھنا سزا نہیں۔ سب سے بڑا رشتہ تو انسانیت ہے''۔ جمیل مسیح کے یہ الفاظ **اخوت** کے کارکنوں کے لیے کسی انعام سے کم نہیں۔

اخوت کے لوگ اللہ والے ہیں۔۔۔ آپ بھی ان کے گروہ میں شامل ہو جائیں تا کہ قیامت کے روز اچھے لوگوں کے ساتھ اُٹھائے جائیں۔

عطاالحق قاسمی (کالم نگار، شاعر)

6

کاروبار میں اضافہ

راوی	:	محمد شفیع
قرض کی رقم	:	20,000
شرح سود	:	100فیصد

محمد شفیع کا جوتے بنانے کا چھوٹا سا کارخانہ ہے۔وہ کمال کا کاریگر ہے۔اسکے بنائے ہوئے جوتے مضبوطی اور لچک میں اپنی مثال آپ کا مقام رکھتے ہیں۔وہ اوراس کی بیوی اکثر سوچا کرتے تھے کہ اگر ان کے پاس کہیں سے سرمایہ آجائے تو وہ اپنے کاروبار کو ترقی دے سکتے ہیں کیونکہ موجودہ کاروبار سے ہونے والی آمدنی بہت کم ہے۔خاندان کا واحد کفیل ہونے کی وجہ سے تمام ذمہ داری بھی شفیع کی تھی۔میاں بیوی نے رقم کا بندوبست کرنے کی کوششیں شروع کر دیں لیکن انہیں خاطر خواہ کامیابی نہ ملی۔ایک روز محمد شفیع نے سوچا کہ سود پر رقم حاصل کر کے کاروبار پر لگالیتا ہوں۔اس سے کاروبار ترقی کرے گا۔آمدنی میں اضافہ ہوگا تو کچھ عرصہ میں سود سمیت رقم واپس کر دوں گا۔محمد شفیع آگے بڑھنا چاہتا تھا' پیسہ کمانا چاہتا تھا۔اس کو اپنے فن پہ بہت ناز تھا۔وہ سمجھتا تھا کہ جونہی پیسہ آیا کامیابی اپنے دروازے کھول دے گی۔اسی نیت کے پیش نظر اس نے سود پر بیس ہزار روپے حاصل کر لئے۔لیکن یہ رقم اس کے لئے بے حد منحوس ثابت ہوئی۔رقم ملتے ہی محمد شفیع کو بیماری نے آن گھیرا اور ساری رقم اس کے علاج پر خرچ ہونے لگی۔بیماری کی وجہ سے کاروبار پر بھی اثر پڑا اور آمدنی میں مزید کمی ہوگئی۔ترقی کے جو خواب اس نے دیکھے وہ چند ہی دنوں میں زمین بوس ہو گئے۔ علاج ہوا اور خدا نے اس کو صحت بھی دے دی۔اس دوران ایک بھائی نے بھی مدد کی جس کی وجہ سے کاروبار کو کچھ سہارا ملا لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ بیس ہزار کہاں سے آئیں اور ہر ماہ دو ہزار روپے کی قسط کا بندوبست کہاں سے ہو۔گھر والوں کے تعاون سے بھی اس رقم کا انتظام کرنا ممکن نہیں تھا۔ اوپر سے خوف کہ خدا جانے یہ سلسلہ کب تک چلے۔کاروبار کی خواہش کو بھلا کر اب وہ عزت بچانے کے لئے دعا کرنے لگے۔محمد شفیع کو ایک روز ایک دوست کے توسط سے علم ہوا کہ اخوت نامی ادارہ سودی قرضوں سے نجات کے لیے کام کرتا ہے۔اخوت نے ابتدائی چھان بین کے بعد محمد شفیع کا

بیس ہزار کا سودی قرض ادا کیا اور اس نے بہت جلد اس قرض کی تمام اقساط واپس کر دیں۔ محمد شفیع کاروبار میں وسعت کی خواہش کو نہیں بھولا تھا۔ اسے اخوت کی صورت میں امکانات کا ایک وسیع افق نظر آیا۔ جونہی پہلے قرضہ کی واپسی مکمل ہوئی اس نے بیس ہزار روپے کا دوسرا قرضہ لیا۔ پھر پچیس ہزار اور پھر تیس ہزار۔ ان چار قرضوں نے محمد شفیع کی زندگی بدل دی۔ اس کے کاروبار کو چار چاند لگ گئے۔ اس کے مضبوط جوتوں نے بازار میں دھوم مچا دی۔ محمد شفیع کا کہنا ہے کہ یہ اس کے فن کا کمال نہیں بلکہ بلاسود سرمایہ کی برکت ہے۔ محمد شفیع کا سفر ابھی ختم نہیں ہوا۔ وہ بہت دور جانا چاہتا ہے۔

اخوت ایک معجزاتی تنظیم ہے جس نے مجھے پاکستانی معاشرے کا ایک نیا پہلو دکھایا۔

جاوید چوہدری (روزنامہ ایکسپریس)

7

زندگی کی سختیاں

راوی	:	ندیم احمد
قرض کی رقم	:	10ہزار
شرح سود	:	120فیصد

ندیم احمد پاکستان ریلوے میں ملازمت کرتا ہے ۔ریل کے ڈبے ٗچھک چھک کرتا ہوا انجن اور گاڑی کا دھواں ۔یہ اسکی زندگی کا اہم حصہ ہیں ۔یہاں سے اسے سات ہزار روپے تنخواہ ملتی ہے ۔وہ شادی شدہ ہے اوراس کے گھر کے افراد کی کل تعداد چھ ہے ۔تنخواہ سے اس کے گھر کا چلنا مشکل ہوا تو اس نے شام کو رکشہ چلانے کا فیصلہ کیا ۔صبح آٹھ سے دس گھنٹے ریلوے کے دفتر میں ملازمت اور شام کو پانچ سے چھ گھنٹے لاہور کی سڑکوں پر رکشہ چلانا ۔تقریباً چودہ گھنٹے روزانہ کی مشقت کے بعد وہ بمشکل اس قابل ہوا کہ دووقت کی روٹی ،بچوں کے سکول کی فیس اور گھر کا کرایہ ادا کر سکے ۔وہ رات گئے ٗدیر تک چنگ چی چلا کر واپس لوٹتا اور سوچتا کہ کیا زندگی کبھی اس پر بھی مہربان ہو گی ۔لمبی لمبی زرق برق گاڑیاں دیکھ کر اسے اپنی غربت کا اور بھی احساس ہوتا ۔اسی دوران ایک اور مصیبت آن پڑی ۔اچانک ایک روز اس کی بیوی کو بیماری نے آلیا اور چنگ چی کی ساری کمائی اس کی بیماری پہ صرف ہونے لگی ۔گھر کا نظام درہم برہم ہو گیا ۔وہ چودہ گھنٹے کام کرتا یا بیوی کی تیمارداری ۔جو کچھ جمع پونجی تھی ساری جاتی رہی ۔یہاں تک کہ وہ چھ ماہ تک چنگ چی کی قسطیں بھی ادا نہ کر سکا ۔چنگ چی والے نے چند ماہ تو صبر کیا لیکن ایک روز چنگ چی لینے گھر پہنچ گیا ۔ندیم نے منت سماجت کر کے اسے ٹالا اور اگلے روز دس ہزار روپے سود پر لے کر قسطیں ادا کیں اور بقیہ رقم سے دوا دارو کا بندوبست کیا ۔یہ دس ہزار اس نے ایک سو بیس فیصد شرح سود پر لیے تھے ۔ایک ہزار ماہانہ سود مقرر ہوا ۔سات ماہ تک وہ بوجھل دل کے ساتھ سود ادا کرتا رہا ۔سات ہزار دینے کے باوجود دس ہزار کی رقم وہیں کی وہیں تھی ۔اسی دوران اسے ادارہ اخوت کے بارے میں علم ہوا اور اس نے پندرہ ہزار روپے قرض کی درخواست دے دی ۔قرضہ ملنے پر دس ہزار سود خور کو دیئے اور پانچ ہزار سے چنگ چی کی مرمت کروائی ۔اخوت کو جانے والی ماہانہ قسط بھی ایک ہزار ہی تھی لیکن یہ بات اطمینان

کا باعث بن گئی کہ ہر ماہ قرضہ کی رقم کم ہو رہی ہے اور بالآخر پندرہ ماہ کے بعد وہ مکمل آزادی سے ہمکنار ہو جائے گا۔ شاید اس طرح جس طرح کبھی اسکا پیارا وطن پاکستان آزاد ہوا تھا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ اسکا ملک خود تو آزاد ہو چکا ہے لیکن اس کے باشندے ابھی تک غلام ہیں۔ آزاد ملک، غلام شہری۔ یہ تضاد اسی کی سمجھ سے بلند تھا۔ اسی دوران اس کی بیوی بھی صحت یاب ہونے لگی۔ اس کا کہنا تھا کہ جوں ہی سود کی رقم گھر سے رخصت ہوئی تو برکت کا نزول ہونے لگا۔ اس کی زندگی اور چنگ چی کا پہیہ پھر سے رواں دواں ہے۔ ندیم احمد خوشی سے قسط ادا کرتا ہے لیکن اس پہ اکتفا نہیں وہ اپنی کمائی سے ہر روز تین روپے الگ سے رکھتا ہے اور ہر ماہ تقریباً ایک سو روپے اخوت کو عطیہ بھی دیتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ عطیہ کی یہ رقم اس جیسے کسی اور غریب کے کام آئے گی۔ اگر اس کی کسی نے مدد کی ہے تو اسے بھی تو دوسروں کی مدد کرنا چاہیے۔ نیکی کا جواب صرف نیکی تو نہیں، بڑی نیکی ہے۔ اسے وہ وقت ہمیشہ یاد رہتا ہے جب وہ مدد کی تلاش میں ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا اور کوئی آگے نہیں آ رہا تھا۔ وہ ابھی بھی رات گئے دیر سے چنگ چی چلا کر واپس لوٹتا ہے۔ ''کیا زندگی کبھی مہربان ہوگی''۔ اس سوال کا جواب اسے ابھی تک نہیں مل سکا۔ لمبی لمبی زرق برق گاڑیاں ابھی بھی اس کے پاس سے فراٹے بھرتے ہوئے گذر جاتی ہیں۔

مسجد کے استعمال نے اخوت کے کام کو عبادت کا درجہ دے دیا ہے۔

منو بھائی (روزنامہ جنگ)

8

سیاہ رات کا خاتمہ

راوی	:	ظفر اقبال
قرض کی رقم	:	15ہزار
شرح سود	:	240فیصد

ظفر اقبال اور اسکا بیٹا الیکٹریشن کی دوکان کرتے ہیں۔ان کی ماہانہ آمدنی بیس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ایک بیٹی کسی این جی او کے دفتر میں ملازم ہےاور نو ہزار روپے ماہانہ کماتی ہے۔گھر کے کل نو افراد ہیں اور اجتماعی ماہانہ آمدنی انتیس ہزار ہے۔بظاہر کافی نظر آنے والی یہ رقم انتہائی نا کافی ہے۔ساڑھے دس ہزار دکان اور مکان کے کرایہ میں نکل جاتے ہیں اور نو افراد کے لیے محض انیس ہزار بچتے ہیں۔کچن کا خرچہ دس ہزار کے لگ بھگ ہے۔باقی رقم مختلف طرح کے بلوں ، آمدورفت' دوائیوں اور بچوں کی فیس کی نذر ہو جاتی ہے۔

ظفر اقبال کی مشکل کا آغاز اسکی دوکان سے ہوا۔ایک بار اس نے کسی گاہک کی قیمتی موٹر کی مرمت کی لیکن مرمت کے دوران ٹیسٹ کرتے وقت بجلی کم و بیش ہوئی اور موٹر جل گئی۔موٹر والے نے ظفر اقبال کی کہانی پہ یقین نہ کیا اور فوری طور پر موٹر کی واپسی کا تقاضا کرنے لگا۔ظفر اقبال کے پاس کوئی بندوبست نہ تھا کہ تانبے کی تار اور دیگر چیزیں خرید کر دوبارہ موٹر کی مرمت کر سکے۔موٹر والے نے بہت تنگ کیا تو ظفر اقبال کی بیوی شمشاد بیگم نے سود پر رقم پکڑی اور اس مشکل سے جان چھڑائی۔سود کی رقم پندرہ ہزار تھی اور دو سو چالیس فیصد شرح کے حساب سے تین ہزار ماہانہ قسط۔بدقسمت گھرانہ اس ظالمانہ شرح پر نو ماہ تک سود ادا کرتا رہا۔ستائیس ہزار روپے ادا کرنے کے بعد انہیں احساس ہوا کہ وہ اصل رقم سے تقریباً دوگنا واپس کر چکے ہیں۔شمشاد بیگم کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔کیا یہ کسی ناکردہ گناہ کی سزا تھی۔انہوں نے سوچا بھی نہ تھا کہ وہ کبھی ایسے ظلم کا نشانہ بن جائیں گی۔وہ ہر وقت یہ سوچ کر کڑھنے لگیں کہ ان کے گھر پر یہ ستم انہی کی وجہ سے ٹوٹا ہے۔انتیس ہزار کمانے کے باوجود وہ لوگ روزمرہ کے شکنجے میں اسطرح کسے ہوئے تھے کہ پندرہ ہزار یکمشت نہ نکال سکے۔جس عورت سے سود پر رقم لی گئی وہ انتہائی بدزبان اور ظالم نکلی۔قسط میں ایک روز کی بھی

تاخیر ہوتی تو سارے محلّہ کو آسمان پہ اٹھالیتی۔ بے عزتی کا یہ احساس پورے گھرانے کو دیمک کی طرح چاٹنے لگا۔ اسی دوران ایک گاہک کے ذریعے ظفر اقبال کو اخوت کے بارے میں معلومات ملیں۔ وہ ڈرتا ڈرتا وہاں پہنچا۔ اسے یہ خوف لاحق تھا کہ امید کا یہ سہارا بھی کچا ثابت نہ ہو اور وہ ایک سودخور سے بچ کر کسی دوسرے سودخور کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔ لیکن ایسا نہ ہوا اور اسے پندرہ ہزار بلا سود بنیادوں پر قرض مل گئے۔ پورے گھرانے نے سکھ کا سانس لیا۔ شمشاد بیگم نجانے کتنی راتیں نفل ادا کرتی رہیں۔ آنسو، دعائیں اور تشکر۔ انسان خوشی میں بھی روتا ہے اور غم میں بھی۔ شمشاد بیگم کو وہ کندھا مل چکا تھا جس پر سر رکھ کر وہ آنسو بہا سکتیں۔ اب وہ تنہا نہیں تھیں ایک ادارہ ان کے ساتھ تھا۔ سود کی رقم ادا ہوتے ہی دکھ کی وہ طویل رات ختم ہوئی جس نے نو ماہ سے گھر کو اپنی گرفت میں لپیٹ رکھا تھا۔ لیکن وہ بدقماش، بدزبان عورت جس نے قرض دیا تھا شمشاد بیگم کو بھولے سے بھی نہیں بھولتی۔

اخوت سے پہلے میرے لیے یقین کرنا مشکل تھا کہ دس ہزار کی معمولی رقم سے آپ ایک پورے خاندان کی زندگی تبدیل کر سکتے ہیں۔

مجیب الرحمٰن شامی (چیف ایڈیٹر، روزنامہ پاکستان)

9

کانچ کے ٹکڑے اور آنسو

راوی	:	شہباز علی
رقم قرضہ	:	25ہزار
شرح سود	:	150فیصد

شہباز علی ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کے قریب واقع قالین بافی کے ایک کارخانے میں کام کرتا ہے۔ اسے وہاں سے تقریباً چھ ہزار روپے ماہانہ مل جاتے ہیں۔اس کا کام قالینوں کو دھونا اور صاف کرنا ہے۔شہباز کا والد گدھا گاڑی چلاتا ہے اور گھر کا خرچہ چلانے کے لیے شہباز کو تین ہزار اپنی طرف سے دیتا ہے۔پانچ افراد کی کل ماہانہ آمدنی نو ہزار ہے جس میں سے اڑھائی ہزار کرایہ مکان کے نکل جاتے ہیں۔اس تنگدستی کے باوجود یہ لوگ خوش وخرم زندگی گذار رہے تھے۔خوشیوں کا تعلق صرف دولت اور آسودگی سے تو نہیں ہوتا۔آسودگی کا باعث کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔

ایک روز اچانک قالین دھوتے ہوئے شہباز سے فیکٹری کی کھڑکی کا بڑا شیشہ ٹوٹ گیا۔اس شیشہ کی مالیت پچیس ہزار روپے تھی۔فیکٹری کے مالک کے لیے یہ نقصان ناقابلِ برداشت تھا۔اس نے انتہائی سختی کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہباز سے نقصان پورا کرنے کا کہا اور جیل بھجوانے کی دھمکی دی۔ شہباز کے سامنے دو ہی راستے تھے یا تو نوکری سے محروم ہو کر جیل جاتا یا پھر فیکٹری کا نقصان پورا کرتا۔کمزور اور غریب شہباز نے دوسرا راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔اب مسئلہ یہ تھا کہ پچیس ہزار کہاں سے آئیں۔تمام رشتہ دار غریب۔تمام دوست احباب غریب۔تمام محلے والے غریب۔والد نے کہا گدھا گاڑی بیچ دیں لیکن اسکی قیمت گیارہ ہزار لگی۔سود پر پچیس ہزار مل سکتے تھے لیکن شہباز سود کی اسقدر بھاری شرح سن کر کانپ اٹھا۔کئی دن سوچنے میں گذر گئے۔فیکٹری کے مالک کی جانب سے آخری دھمکی ملی تو شہباز کی ہمت جواب دے گئی۔اس نے ڈیڑھ سو فیصد سالانہ شرح سود پر پچیس ہزار کی رقم قرض پر اٹھالی۔اگلے تین ماہ اسکے گھر کے لیے انتہائی مشکل تھے۔نو ہزار آمدنی۔تین ہزار سود کی قسط اور اڑھائی ہزار مکان کا کرایہ صرف ساڑھے تین ہزار بچتے تھے۔بوڑھے باپ کی بیماری کی وجہ سے کئی ہفتے گدھا گاڑی بھی نہ چلی اور وہ آمدنی بھی جاتی رہی۔نوبت مکمل بے بسی اور فاقوں

تنگ آ گئی۔شہباز اور اسکی بیوی سود خور سے مکمل تنگ تھے۔نہ عزت نہ سکون نہ مہلت۔ایک روز شہباز مسجد میں نماز پڑھنے آیا۔روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی۔کسی نے اخوت کا بتایا تو وہاں پہنچ گیا۔چند ہی روز میں پچیس ہزار مل گئے۔قرض ادا ہوا۔سکھ کا سانس آنے لگا۔اسی دوران شہباز کا والد بھی صحت یاب ہو گیا۔گدھا گاڑی چلنے لگی۔شہباز نے اخوت کی قسط ایک ہزار سے بڑھا کر دو ہزار کر دی۔اسکا کہنا تھا کہ وہ یہ رقم جلد از جلد واپس کرنا چاہتا ہے تا کہ یہ کسی اور کے کام آ سکے۔وہ اب بھی اسی کارخانے میں قالین واش کرتا ہے۔جب بھی اسکی نظر اس کھڑکی پر پڑتی ہے جس کے شیشہ کے لیے اس نے پچیس ہزار سود پر لیے تو کانچ کے بہت سے ٹکڑے اس کے سینے میں چبھ جاتے ہیں۔"فیکٹری کا شیشہ تو ایک ہی بار ٹوٹا تھا لیکن میرے دل کا شیشہ ہر روز ٹوٹتا ہے۔۔۔کاش فیکٹری کا مالک مجھ سے پچیس ہزار یک مشت لینے کی بجائے ایک ہزار ماہوار قسط کی صورت میں وصول کر لیتا"۔شہباز کو یقین ہے کہ اگر وہ اپنی مجبوری صحیح طریقے سے بتا پاتا تو یقیناً ایسا ہی ہوتا۔

اچھا کام،اچھے لوگ،اچھا مستقبل۔یہ رائے بھی ہے اور دعا بھی۔

مختار مسعود (ادیب)

10

بنک کس کے لیے

راوی	:	محمد اکبر
رقم قرضہ	:	10ہزار
شرح سود	:	200فیصد

محمد اکبر پاکستان ریلوے میں ملازمت کرتا ہے اور آٹھ افراد کے کنبے کا کفیل ہے۔اس کی ماہانہ آمدنی دس ہزار کے لگ بھگ ہے۔مہنگائی کے باوجود گذر بسر ہو رہی تھی۔ایک روز محمد اکبر کا آٹھ سالہ بچہ بیمار ہوا۔قریبی سرکاری ہسپتال سے علاج ہوتا رہا لیکن بچہ تندرست نہ ہوا بلکہ اسکی حالت مزید بگڑنے لگی۔اکبر اور اس کی بیوی بڑے پریشان ہوئے۔دوستوں عزیزوں سے مشورہ کیا۔ سب نے یہی کہا کہ اگر بچے کی زندگی عزیز ہے تو کسی پرائیویٹ ڈاکٹر کو دکھاؤ۔پرائیویٹ ڈاکٹر کی فیس کے بارے میں سنا تو محمد اکبر کی ہمت نہ پڑی۔چند دن اور گذر گئے لیکن بچے کی حالت نہ سنبھل سکی۔محمد اکبر نے بالآخر پرائیویٹ علاج کا فیصلہ کرلیا۔ایک آدھ بار تو فیس ادا ہوگئی لیکن جب مختلف قسم کے ٹیسٹ اور نئی ادویات خریدنے کی باری آئی تو ماں باپ کے پاس کچھ بھی باقی نہ تھا۔جن جن لوگوں سے بھی مانگ سکتے تھے وہ پہلے ہی کچھ نہ کچھ رقم انہیں دے چکے تھے۔اب کس کا در کھٹکھٹاتے اور کون انہیں پیسے دیتا۔ایک دوست نے سود پر رقم لینے کی تجویز دی۔اکبر کو یہ تجویز اچھی نہ لگی۔اس نے سوچا کہ ایک ایسا کام جو اللہ نے پسند نہ کیا ہو وہ کیسے پسند کرسکتا ہے۔لیکن جب تمام تر کوشش کے باوجود کوئی راستہ نظر نہ آیا تو یہ خیال جی کو بہلانے لگا کہ زندگی اور موت کا مسئلہ ہو تو حرام بھی حلال ہوجاتا ہے۔اکبر نے دس ہزار روپے قرض لے لیا۔سترہ سو روپے ماہانہ سود طے ہوا۔پیسے ملتے ہی بیماری کے ٹیسٹ ہوئے، ادویات ملیں اور بچہ آہستہ آہستہ صحت یاب ہونے لگا۔لیکن اکبر کی ذاتی بے چینی بڑھتی رہی۔سترہ سو روپے قسط، بچے کا علاج اور گھر کی دیگر ضروریات۔ان سب سے بڑھ کر اکبر کو دینی احکام کی روگردانی کا احساس تھا۔وہ اکثر اوقات خود اپنا سامنا کرنے کے قابل نہ رہتا۔وہ ایک ایسے ملک میں رہتا ہے جسکا آئین اسلامی شعائر کے خلاف کسی کام کی اجازت نہیں دیتا۔کیا حکومت کی یہ ذمہ داری نہیں کہ وہ اس جیسے گھرانوں کی مدد

کرے۔وہ بھیک تو نہیں مانگتا۔صرف قرض مانگتا ہے۔بڑے بڑے لوگ لاکھوں کروڑوں روپے قرض لے کر واپس بھی نہیں کرتے۔ابھی پچھلے دنوں اس نے ایک اخبار میں پڑھا تھا کہ حکومت نے دوسو چالیس ارب روپے کے قرضے معاف کیے ہیں۔اگر یہ سچ ہے تو اس کو اس سہولت سے کیوں محروم رکھا گیا ہے۔کیا محض اس لیے کہ وہ غریب ہے۔اس کے پاس گروی رکھنے کے لیے کوئی شے نہیں۔یہ اور اس طرح کے کئی اور سوال اسے پریشان رکھتے۔لیکن اسے کوئی راہ نہ ملی اور وہ بادل نخواستہ سود ادا کرتا رہا۔اس کا کہنا تھا کہ اخوت سے رابطہ کے بعد اسے اپنی مشکل کا حل مل گیا۔اس کا سودی قرض ادا کر دیا گیا اور وہ خوشی کے ساتھ اخوت سے لیے گئے قرض کی اقساط ادا کرنے لگا۔تاہم اسکا کہنا ہے کہ اسکے بچے کا علاج بھی حکومت کی ذمہ داری تھی اور قرض کی فراہمی بھی۔لیکن دونوں بار ریاست اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرسکی۔"اخوت چند سو یا چند ہزار لوگوں کی مدد کر بھی دے تو اس سے کیا فرق پڑے گا" ۔محمد اکبر کے اس سوال کا جواب اخوت کے نمائندہ کے پاس بھی نہ تھا۔

یہ پہلا ادارہ ہے جسے میں نے اپنی سوچوں کے قریب محسوس کیا۔

منیر نیازی (شاعر)

11

خواب ٹوٹتے ہیں

راوی	:	صابر حسین
سود کی رقم	:	5ہزار
شرح سود	:	120فیصد

صابر حسین نشاط آباد فیصل آباد کا رہائشی ہے ۔اس کے گھر کے کل افراد کی تعداد چھ ہے ۔میاں ، بیوی دو بچے اور دو بچیاں ۔کچھ عرصہ پہلے وہ کریسنٹ ٹیکسٹائیل ملز میں بطور مزدور کام کرتا تھا۔صابر حسین کو اس کی ضروریات کے مطابق تنخواہ تو مل رہی تھی لیکن وہ اپنی آمدنی سے مطمئن نہ تھا۔اس کے کئی ایک رشتہ دار چھوٹا موٹا کاروبار کرتے اور اس سے کہیں زیادہ کما لیتے ۔یہاں تک کہ ان میں سے کئی ایک پاپڑ بنا کر بیچنے کا کام کرتے اور اس کی تنخواہ سے دوگنا کمانے میں کامیاب ہو جاتے ۔ صابر حسین بھی اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دینا چاہتا تھا۔اس کی خواہش تھی کہ وہ بھی انہیں ترقی کرتے ہوئے دیکھے لیکن یہ سب اس تنخواہ میں ممکن نہ تھا۔ایک روز اس نے کریسنٹ ملز کی نوکری چھوڑ دی اور پاپڑ بنا کر بیچنے کا فیصلہ کر لیا۔تھوڑی سی تلاش کے بعد اسے ایک اچھی جگہ بھی مل گئی۔محنتی تو وہ تھا ہی آہستہ آہستہ کاروبار بڑھتا گیا اور کچھ ہی عرصہ میں وہ ایک ہزار روپے روزانہ تک کمانے لگا۔یہ اس کی توقعات سے کہیں بڑھ کر تھا۔دکان کے مالک کو جب اسکا کاروبار بڑھتا ہوا نظر آیا تو اسے لالچ نے آ گھیرا اور اس نے خود سے یہی کام کرنے کا ارادہ کر لیا۔صابر حسین کو یہ جگہ چھوڑنا پڑی۔ جما ہوا کاروبار چند دنوں میں ختم ہو گیا۔صابر نے تاہم ہمت نہ ہاری اور دوسری جگہ ڈھونڈنے میں مصروف ہو گیا لیکن اس سارے معاملے میں بہت وقت گذر گیا اور جو جمع پونجی تھی وہ ہاتھ سے جاتی رہی۔

صابر کی بد قسمتی کہ اسے کوئی مناسب جگہ کرائے پر نہ ملی ۔فاقوں کو قریب دیکھ کر اس نے بسوں کے اڈہ پر ملازمت کر لی اور کنڈکٹر بن گیا ۔یہ سب اس کی مرضی کے مطابق نہ تھا۔اسی دوران اس کی بیوی بیمار پڑ گئی اور اس کے سارے وسائل علاج پر صرف ہونے لگے ۔گھر کی چیزیں بکنا شروع ہوئیں یہاں تک کہ ایک روز ایک کمرے کے اس گھر کا بھی سودا ہو گیا جو اس نے اور اس کی بیوی

نے بڑے شوق سے بنوایا تھا۔ گو بیوی کا علاج مکمل ہو گیا اور وہ صحت یاب ہو گئی لیکن صابر حسین کے پاس اب پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ امید کا دامن البتہ اب بھی اس نے نہ چھوڑا۔ گھر کا خرچہ چلانے اور بیوی کے لیے مہنگی ادویات خریدنے کے لیے اسے بالآخر ایک روز سود پر پانچ ہزار روپے لینا پڑے۔ یہ کام وہ ہرگز نہ کرنا چاہتا تھا۔ سود سے بچنے کے لیے اس نے گھر تک بیچ ڈالا تھا لیکن حالات کی تنگی نے اسے اس راستے کو اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ پانچ سو روپے ماہوار سود مقرر ہوا۔ یہ بھی شرط طے ہوئی کہ جس ماہ پانچ سو ادا نہ ہوئے اس ماہ وہ پانچ سو اصل زر میں شامل ہو جائیں گے اور اس پر بھی سود ادا کرنا پڑے گا۔ پہلا مہینہ اس نے پانچ سو روپے ادا کر دیئے لیکن اگلے ماہ بجلی کا بل زیادہ آنے کی وجہ سے ادا نہ ہوئے۔ تیسرے ماہ بھی کسی وجہ سے یہ رقم ادا نہ ہوئی اور قرض کی رقم پانچ سے بڑھ کر چھ ہزار ہو گئی۔ صابر حسین کو اندازہ ہو چکا تھا کہ اگر اس نے اخراجات کم نہ کئے تو یہ رقم بڑھتی جائے گی۔ وہ نو ماہ تک چھ سو روپے ماہانہ سود ادا کرتا رہا۔ ایک روز یہ سوچ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ وہ اصل رقم سے زیادہ سود ادا کر چکا ہے۔ مشکل سے نکلنے کے لیے اس نے کاروبار سے وقتی طور پر توبہ کی اور ٹیکسٹائل ملز میں ملازمت کی کوشش کرنے لگا۔ پرانے تعلقات کی بناء پر اسے دس ہزار کی ملازمت مل گئی۔ کھانا پینا چل پڑا لیکن قرض کی رقم ادا کرنے کا کوئی امکان نہ تھا۔ وہ یکمشت چھ ہزار ادا کرتا تو دو ہزار مکان کا کرایہ دینے کے بعد صرف دو ہزار بچتے۔ اس میں ایک ماہ کے لیے تین وقت کی روٹی کھانا ممکن نہ تھا۔ دو بچے اور دو بچیاں۔ کل چھ افراد۔ وہ صابر حسین جو بڑی سے بڑی آزمائش سے بھی نہ گھبرایا سود کے اس معمولی قرضے کے سامنے ہتھیار ڈال چکا تھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ یہ رقم بڑھتی جائے گی اور وہ ساری زندگی سود ہی ادا کرتا رہے گا۔ اس کے سامنے ایسی کئی بھیانک مثالیں بھی موجود تھیں۔ اخوت سے رابطہ' قرض کی ادائیگی' سود سے نجات۔ یہ سارے واقعات اب اسے خواب کی طرح لگتے ہیں۔ لیکن اس خواب نے اسکی زندگی کو پھر سے خوشگوار بنا دیا ہے۔

☆

اخوت آنے والے زمانے کا خواب ہے۔

بشریٰ اعجاز (ادیبہ)

12

موت کا زخم

راوی	:	لیاقت علی
سود کی رقم	:	20ہزار
شرح سود	:	120فیصد

لیاقت علی غلام محمد آباد فیصل آباد میں رہتا ہے۔ تین بیٹیاں، دو بیٹے، بیوی اور وہ خود۔ گھر میں کل سات افراد تھے لیکن پچھلے ایک سال سے اس کے دو بوڑھے اور بیمار ماموں بھی اس کے پاس آ کے رہنے لگے اور یوں اس کی ذمہ داریوں میں اور اضافہ ہو گیا۔ وہ گدھا گاڑی چلاتا اور اس سے دس گیارہ ہزار ماہانہ کما لیتا تھا۔ 2006 میں اس کی ایک بیٹی بیمار پڑ گئی۔ کچھ دیر گھر میں علاج ہوتا رہا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ مجبوراً ہسپتال لے جانا پڑا۔ دوائیاں بہت مہنگی تھیں اور ڈاکٹر کی فیس بھی زیادہ تھی۔ اوپر سے علاج بھی لمبا ہوتا گیا۔ سارے وسائل ختم ہو گئے۔ دوستوں اور رشتہ داروں سے مدد مانگی لیکن وہ سب بھی اسی کی طرح دیہاڑی پر زندہ رہ رہے تھے۔ لیاقت علی نے اپنا سب سے بڑا اثاثہ گدھا گاڑی بیچ ڈالی اور چھ ہزار کی رقم سے بیٹی کا علاج جاری رہا۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ بچی کا واحد علاج اپریشن ہے۔ اپریشن کے لیے رقم کہاں سے آتی۔ اب تو گدھا گاڑی بھی نہ تھی۔ اِدھر اُدھر تلاش کے بعد ایک سود خور ہی نظر آیا جو اس کی بے بسی کا فائدہ اٹھانے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ اس نے بیس ہزار روپے اس کے ہاتھ میں تھما دیئے۔ اپریشن ہوا لیکن بچی جانبر نہ ہو سکی اور چند دن بے حد تکلیف میں گذارنے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملی۔ بچی سے جدائی کا زخم لیاقت علی کو ادھ موا کرنے لگا۔ اوپر سے نہ کوئی روزگار۔ گھر کیسے چلتا۔ لیاقت علی نے مزدوری شروع کر دی اور بچے سکول سے اٹھا لیے۔ سود کے دو ہزار ادا کرنے پھر بھی مشکل تھے۔ تنگ آ کر اس کی بیوی نے بھی ایک فیکٹری میں دو سو روپے روزانہ پر ملازمت کر لی۔ یوں مشکلات میں کمی کا امکان پیدا ہو گیا۔ دونوں میاں بیوی نے فیصلہ کیا کہ خواہ بھوکا رہنا پڑے سب سے پہلے قرض کا اصل زر لوٹانا ہے۔ انہوں نے دو ہزار ماہانہ سود دینا شروع کیا اور دو ہزار ماہانہ زبردستی بچت کرنے لگے۔ چار ماہ میں وہ آٹھ ہزار جمع کر چکے تھے لیکن بیس ہزار کی منزل ابھی بھی دور دکھائی دیتی تھی۔ اسی دوران لیاقت علی

کو اخوت کی خبر ہوئی ۔ اسے یوں لگا جیسے منزل ایک ہی دن میں قریب آ گئی ہو ۔ دس ہزار قرضِ حسنہ لیا دس ہزار اپنی طرف سے ڈالا اور یوں قرض کا بھاری پتھر راستے سے ہٹ گیا ۔ لیاقت علی نے چند ہی ماہ میں اخوت کا قرضہ بھی ادا کر دیا ۔ وہ مزدوری سے تنگ آ چکا تھا ۔ یوں بھی یہ سخت کام اس سے نہ ہوتا تھا ۔ جونہی قرضہ ادا ہوا اس نے گدھا گاڑی خریدنے کے لیے دوسرا قرضہ لے لیا ۔ یہ قرضہ بھی اخوت نے بلا سود بنیادوں پر دیا ۔ اب وہ ایک بار پھر سے گدھا گاڑی چلاتا ہے اور بیوی فیکٹری میں کام کرتی ہے ۔ بچے دوبارہ سکول جانے لگے ہیں اور بوڑھے ماموں اچھی خوراک کھاتے ہیں ۔ لیاقت علی بظاہر مطمئن اور خوش ہے لیکن اس کا کہنا ہے کہ بچی کی موت کا زخم شاید کبھی بھی مندمل نہ ہو ۔ قرض‘ سود اور نجات ۔ لیاقت علی بہت کچھ بھولنا چاہتا ہے لیکن ماضی کی تلخ یادیں یونہی تو نہیں جاتیں ۔

اخوت ایک چھوٹی سی کشتی ہے لیکن اس میں وہ طاقت ہے جو گہرے خطرناک اور اندھیرے سمندروں کے پار روشنی کی طرف لے کے جا سکتی ہے ۔

مستنصر حسین تارڑ (ادیب)

13

پولیو کا علاج

راوی	:	علی شیر ولد امانت علی
سود	:	10ہزار
شرح سود	:	120فیصد

علی شیر اسلام پورہ غلام محمد آباد فیصل آباد کا رہائشی ہے۔اس کا گھرانہ نو افراد پر مشتمل ہے ۔وہ،اس کی بیوی، پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے ۔وہ سبزی منڈی غلام محمد آباد میں سبزی بیچنے کا کام کرتا ہے۔اس کی مشکلات کا آغاز اس وقت ہوا جب اس کی بیٹی کو پولیو ہوگیا۔علاج کے لیے اس نے رشتہ داروں، دوستوں اور محلے داروں سے دس ہزار روپے مانگے لیکن اپنی اپنی مجبوریوں میں گھرے لوگوں نے اس کی مدد کرنے سے انکار کردیا۔مجبوراً ایک آدمی سے سود پر دس ہزار روپے قرض لیا جس پر اس نے دو ہزار روپے پہلی قسط کے طور پر رکھ لیے۔اس کو صرف آٹھ ہزار ملے۔وہ دس ماہ تک سود کی رقم ادا کرتا رہا۔اس طرح اس نے بیس ہزار سے کچھ زیادہ رقم ادا کردی۔کسی مہینے دو ہزار نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنا سود ادا نہ کرپاتا تو سود خور اسے گالیاں بھی دیتا اور سو یا دو سو روپیہ جرمانہ بھی کرو یتا۔سود خور سے بچنے اور زندہ رہنے کے لیے اس نے سوائے گھر کے اپنی ہر چیز بیچ دی۔عزت آبرو اور وقار۔یہ بھی سود خور کی گالیوں کی نذر ہو گئے۔اب اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے بیچ کر وہ اپنا قرض اتار سکتا۔ایک گھر تھا جس کے بعد وہ اور اس کے بچے یا تو سڑکوں پر آجاتے یا انہیں رہنے کے لئے کرائے کے مکان کی ضرورت ہوتی۔کرائے کے مکان میں بھی رہنے کے لئے انہیں کم از کم دو ہزار روپیہ ادا کرنا پڑتا۔اس نے مکان فروخت نہ کیا۔اس دوران اس کے ایک بیٹے نے تعلیم چھوڑ کر پاورلوم پر مزدوری شروع کردی۔دوسرے بیٹے نے تعلیم جاری رکھی مگر اپنی تعلیم کے اخراجات پورے کرنے کے لیے سوتر منڈی میں جز وقتی ملازمت ڈھونڈ لی۔

اس کا ایک دوست تھا جسکی سبزی کی دکان تھی۔وہ اخوت کا پرانا ممبر تھا۔جب علی شیر بیمار ہوتا یا گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہ ہوتا تو وہ اس دوست سے سو پچاس لیکر گھر کے لئے کچھ نہ کچھ لے جاتا۔ایک دن وہ پرانا دوست علی شیر کو اپنے ساتھ اخوت کے دفتر لے آیا اور اس کی قرض

حسنہ کی درخواست جمع کروائی ۔علی شیر نے اخوت سے دس ہزار روپیہ قرض حسنہ لے کر سود کے قرض کی رقم ادا کی ۔اخوت کا پہلا قرض ادا کر کے اس نے اخوت سے دوبارہ پانچ ہزار روپے قرض حاصل کیا اور اپنا سبزی کا کام بہتر کیا ۔بڑا بیٹا اس وقت بھی لوم پر کام کرتا ہے اور چھوٹا بیٹا ملازمت کے ساتھ اپنی تعلیم جاری رکھے ہوئے ہے ۔وہ اس وقت بی اے کے پہلے سال میں ہے ۔اس نے اپنی ایک بیٹی کی شادی بھی کر دی ہے اور اپنے مکان کی مرمت بھی کروالی ہے ۔اس کا کہنا ہے کہ اخوت سے لیا ہوا قرضہ اتنا بابرکت ثابت ہوا کہ اس کا گھر بھی بکنے سے بچ گیا ۔بچوں کی تعلیم بھی نہ ٹوٹی ۔بچی کی شادی بھی باوقار طریقے سے ہوگئی اور بہت سی خوشیاں بھی مل گئیں ۔اگر یہ بندوبست نہ ہوتا تو شاید وہ ابھی تک سودخور کی قسطیں ہی ادا کر رہا ہوتا ۔اس کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سود کو یوں ہی تو حرام قرار نہیں دیا ۔یہ ایک ایسی لعنت ہے جو انسان کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے ۔ میں نے کئی افراد کو سود سے برباد ہوتے دیکھا ہے ۔''ایمان ،سکون ،برکت ۔ایک سودی قرضے کے عوض بہت کچھ قربان کرنا پڑتا ہے ۔'' اس کی باتوں میں یقین اور تجربہ کی جھلک بھی شامل ہے ۔

اخوت نے کم حیثیت افراد کو چھوٹے قرضے دے کر دراصل اللہ کو قرضِ حسنہ دینے کی روایت ڈالی ہے تا کہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس کرے ۔

حمید احمد سیٹھی (روزنامہ ایکسپریس)

14

سود کی دہشت

راوی	:	محمد وسیم ولد محمد سلیم
سود	:	15ہزار
شرح سود	:	120فیصد

محمد وسیم 'نشاط آباد کالونی فیصل آباد کا رہائشی ہے۔ وہ اپنے والد کے ساتھ باردانہ کی فروخت کا کام کر رہا تھا۔ اُن کا کام بڑی حد تک ٹھیک تھا۔ اس کاروبار سے انہوں نے شہر کے اندر اپنا پرانا گھر بیچ کر نیا گھر بھی بنایا۔ اسی دوران اس نے اپنی بہن کی شادی بھی کی۔ مکان اور شادی۔ یہ دونوں کام ان کے وسائل سے کہیں بڑھ کر تھے۔ خاص طور پر شادی کے اخراجات جن میں جہیز اور بارات کے لیے پرتکلف کھانا شامل تھا کی وجہ سے ان کا کام مندے کا شکار ہو گیا۔ وسیم نے اضافی آمدنی کے لیے لنڈے یعنی پرانے کپڑوں کی خرید و فروخت کا کام شروع کرنے کا فیصلہ کیا جسکے لیے اسے پندرہ ہزار روپیہ کی ضرورت تھی۔ نجانے کیا سوچ کر اس نے پندرہ ہزار روپیہ سود پر قرض لے لیا۔ اس رقم پر اسے پندرہ سو روپیہ ماہانہ سود دینا پڑتا تھا۔ اس نے پانچ ماہ میں ساڑھے سات ہزار روپیہ سود ادا کیا۔ لیکن بدقسمتی یہ ہوئی کہ کام میں بھی کوئی اضافہ نہ ہوا اور آمدنی بھی نہ بڑھی۔ جب کبھی وہ قرضہ کے پندرہ ہزار دیکھتا تو اس کو اپنے فیصلہ پر افسوس ہونے لگتا اور اس کی ہمت جواب دے دیتی۔ اسی نے کوشش کی کہ کسی طرح کچھ مال اکٹھا بک جائے اور کچھ رقم دوستوں سے لے کر سارا قرض اتار دے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ اسی دوران اس کی ملاقات اخوت کے ایک ملازم سے ہوئی جسکی وجہ سے اسکو اس ادارے کے بارے میں علم ہوا۔ وہ یہ سن کر حیران رہ گیا کہ کوئی ادارہ بلا سود قرضے بھی دیتا ہے۔

اس نے اخوت سے بارہ ہزار روپیہ قرضِ حسنہ حاصل کیا اور تین ہزار روپے اپنے پاس سے شامل کر کے سود پر حاصل کی گئی رقم واپس کر دی۔ ایک ہزار روپیہ ماہانہ ادا کر کے با آسانی اخوت کا قرضہ بھی ادا کر دیا۔ قرضہ ادا ہوا تو باردانہ کے ساتھ ساتھ لنڈے کا کام بھی چل نکلا۔ اس نے اپنے بھائی کو بھی اپنے کاروبار میں شامل کر لیا۔ اخوت سے دوسری بار قرض حسنہ لے کر اپنے کام میں اضافہ

کیا۔اب وہ اوراس کا بھائی کراچی سے لنڈے کا مال منگواتے ہیں ۔روزانہ رات کو چھانٹی کر کے منتخب شدہ کپڑوں کو استری کرتے ہیں اورمختلف جگہوں پر لگنے والے ہفتہ وار بازاروں میں فروخت کرتے ہیں ۔انہوں نے اپنے ساتھ دومزدوربھی رکھ لیے ہیں ۔دونوں بھائیوں کی محنت کی وجہ سے اس وقت کم ازکم ڈیڑھ لاکھ روپیہ کاروبار میں لگا ہوا ہے ۔وہ گھر میں چھ سے آٹھ ہزار روپے ماہانہ خرچ کیلئے دیتے ہیں اوربارہ سو روپے اخوت کوتیسرے قرضہ کی قسط بھی ادا کرتے ہیں ۔ان کے والدکا کام بھی اچھا چل رہا ہے ۔ان کی چھوٹی بہن بی اے میں پڑھ رہی ہے ۔

وہ دن جب وہ سودخورکا سامنا کرتا تھااب بھی یاد آئیں تو وہ خوف سے کانپنے لگتا ہے ۔سودتو وہ ادا کرتا ہی تھا لیکن سودخورکا خوف اس کے نزدیک نا قابل برداشت تھا۔محمد وسیم کا خیال ہے کہ سود سے بڑا گناہ اورکوئی نہیں ۔انسانیت پراس سے بڑا داغ اورکیا ہوگا کہ آپ جیتے جی زندہ درگورہو جائیں ۔سود کی ادائیگی کے دوران اسکا نیکی پہ بھی یقین باقی نہ رہا۔"سود دے کر جہاں میرا اپنا ایمان جاتا رہا وہیں مجھے اورلوگ بھی ایمان سے بے بہرہ نظر آنے لگے ۔مجھے ہرطرف حرص'لالچ' خودغرضی اورخیانت ہی دکھائی دیتی ۔لیکن جب قرض حسنہ تک رسائی ہوئی تو یہ احساس دوبارہ زندہ ہوا کہ میں دنیا میں تنہانہیں ۔غربت اورمجبوری کے باوجود کچھ لوگ میرے ساتھ ہیں ۔"

اخوت والوں نے اللہ کے گھر کے صحیح استعمال کا طریقہ ڈھونڈ لیا اوراپنے دلوں میں بھی اللہ کے گھر تعمیر کر لیے ۔

توفیق بٹ (روزنامہ نوائے وقت)

15

انگلینڈ کا ویزا

راوی	:	شمع صغیر زوجہ صغیر الدین قادری
سود کی رقم	:	27000 روپے
اخوت سے لیا گیا قرض	:	20,000 روپے

وہ دن ہمارے گھر کے لیے انتہائی بد قسمتی کا دن تھا جب میرے خاوند نے بیرون ملک جا کر کمائی کا فیصلہ کیا۔ "یا تو میں یہیں اس شہر میں بے روزگاری کا شکار رہوں یا پھر ہم قربانی دیں اور میں کچھ عرصہ کے لیے باہر چلا جاؤں"۔ میرے خاوند نے جب یہ کہا تو مجھے احساس ہوا کہ غربت اور مجبوریاں اسی طرح اپنوں سے دور لے جاتی ہیں۔ لاہور کے ایک ایجنٹ اسحاق سے رابطہ ہوا۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ انگلینڈ کا ویزہ لگوا دے گا۔ اسحاق اکثر ہمارے گھر آنے لگا۔ اس نے ایک بار بتایا کہ اسکی کی بیوی اور بچے اس سے ناراض ہیں جسکی وجہ سے وہ اپنے گھر میں نہیں رہ سکتا۔ میرے میاں کو اپنے کام کا لالچ تھا۔ ہم نے اسے اپنے ساتھ رکھ لیا۔ اس نے مجھ بہن بنا لیا اور میرے بچوں کو بھی ایک ماموں کی طرح پیار کرنے لگا۔ سات ماہ تک وہ ہمارے گھر میں رہا۔ اس طویل عرصہ کے دوران ایک بار بھی اس نے ہماری امید کا رشتہ ٹوٹنے نہ دیا۔ اس نے میرے میاں سے کہا کہ تمہارے ویزے پر ایک لاکھ بہتر ہزار روپے خرچہ آئے گا۔ کیا تم یہ انتظام کر سکتے ہو۔ میرے میاں نے مجھ سے مشورہ کیا تو میں نے بھی انہیں کہا کہ ٹھیک ہے پچاس ہزار ہمارے پاس ہیں اور پچاس ہزار میں اپنے بہن بھائیوں سے لے لونگی۔ میں اسحاق بھائی سے درخواست کروں گی کہ ایک لاکھ میں ہی کسی طرح کام کروا دیں۔ میں اور میرے میاں نے مل کر رقم کا انتظام کیا۔ اسحاق وہ رقم لے کر لاہور چلا گیا اور ہمیں کہا کہ ایک ماہ بعد تمہارے میاں کا سپانسر شپ لیٹر آ جائے گا۔ تم گھبرانا مت تمہارا کام ہو چکا ہے۔ اسحاق چار ماہ تک واپس نہیں آیا۔ موبائل فون پر اس سے رابطہ قائم تھا۔ میرے میاں نے اسے اصرار کر کے کسی طرح پنڈی بلوایا اور گھر لے آیا۔ ہمارے اعتماد کو بہت ٹھیس لگ چکی تھی۔ ہم نے اسے کمرے میں بند کر دیا۔ رات کو تین بجے اسحاق باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگا لیکن میرے میاں نے بھاگنے نہیں دیا۔ اسحاق نے روتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ

30ہزار اور دے دو میں یہاں بیٹھے تمہارا کام کر دوں گا۔میری ایک بھانجی تھی میں بھاگی بھاگی اسکے پاس گئی ۔اس نے مجھے اپنا زیور دیا جو میں نے بنک میں رکھوایا اور سود پر 30ہزار لیے ۔ہم نے وہ 30ہزار اسحاق کو دیئے ۔ہمارا لالچ اور اس کی چرب زبانی ۔وہ ہمیں بہلا پھسلا کر ایک بار پھر لاہور چلا گیا۔ اب وہ ہمارا فون سننے سے بھی انکاری تھا۔

اسحاق ہمیں دوبارہ دھوکہ دے چکا تھا ۔ہم نے قانونی چارہ جوئی کا فیصلہ کیا اور اس پر کیس کر دیا ۔وہ دو ماہ بعد راولپنڈی میں پکڑا گیا ۔اس پر اور بھی کئی لوگوں سے پیسے لینے کا الزام تھا۔وہ تین سال تک جیل میں بند رہا لیکن اس نے رقم پھر بھی واپس نہ کی ۔ایک روز اسکی بیوی ہمارے پاس آئی اور کہا کہ میں نے اسحاق کو پانچ چھ سال سے گھر سے نکالا ہوا ہے ۔میرے بچے بھی اسے قبول نہیں کرتے لیکن اب مجھے اس پر ترس آ گیا ہے ۔تم ایک کاغذ پر دستخط کر دو اور کہہ دو کہ ہم نے رقم واپس لے لی ہے ۔میرے میاں اور میں نے کہا کہ رقم تو ہمیں ملی نہیں ہم دستخط کیسے کر دیں ۔اسکی بیوی نے کہا کہ میں کسی فوجی افسر کے ہاں ملازمت کرتی ہوں میرے لیے اسحاق کو جیل سے نکلوانا کوئی مشکل نہیں لیکن میں ایسا کرنا نہیں چاہتی ۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں تمہاری رقم واپس مل جائے گی ۔میرے میاں نے اس کی باتوں پر بالکل اعتبار نہ کیا اور نہ ہی اس کاغذ پر دستخط کیے ۔لیکن نجانے اس نے کیا چکر چلایا کہ اسحاق کچھ عرصہ بعد جیل سے نکل آیا اور ہمیں رقم بھی نہیں ملی ۔میں نے جو زیور بنک میں رکھوایا تھا وہ میری بھانجی کا تھا۔ میں پریشان تھی کہ یہ زیور کیسے واپس ملے گا۔اسی دوران میری ایک دوست صفیہ بی بی جو کہ اخوت کی قرض خواہ ہے نے اخوت کے بارے میں بڑی تفصیل سے بتایا ۔ہم دونوں اخوت کے دفتر میں گئیں اور وہاں پر موجود سٹاف سے معلومات لیں ۔کچھ عرصے بعد مجھے اخوت کی جانب سے بیس ہزار روپے قرضِ حسنہ کے طور پر مل گئے ۔دس ہزار میں نے کسی اور سے ادھار لیا۔یوں بنک کا قرضہ ادا کر کے بھانجی کے زیورات واپس حاصل کیے ۔لیکن اس طویل عرصہ جو سود کی رقم ادا کی اس کا قلق ساری زندگی رہے گا ۔قرض ادا کیا تو گھر میں خوشحالی آنے لگی اور کاروبار میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہونے لگا۔ہم نے باہر جانے کے خیال سے توبہ کی ۔اللہ کا شکر ہے کہ اس نے دوبارہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کا موقع نہیں دیا۔

16

ایک راز

راوی	:	پروین اختر زوجہ ظہور الرحمان
سود کی رقم	:	50,000روپے
شرح سود	:	120فیصد

میری کہانی دکھ درد اور رنج کی کہانی ہے۔میں یہ کہانی آپ کو اس لیے بھی سنانا چاہتی ہوں کہ دوسرے اس سے عبرت پکڑیں اور سود پر کبھی رقم نہ لیں۔

یہ کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے جب میں نے محلے میں عورتوں کے ساتھ کمیٹی ڈالی ہوئی تھی۔جس عورت کے پاس کمیٹی جمع ہوتی تھی وہ ایک روز کمیٹی کے پچاس ہزار روپے لے کر بھاگ گئی۔میں تو یہ سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ وہ ایسا کرے گی۔بہت ڈھونڈا مگر کوئی سراغ نہ ملا۔محلے کی دیگر عورتیں میری وجہ سے کمیٹی میں شامل ہوئی تھیں۔جب وہ عورت کمیٹی لے کر فرار ہوئی تو وہ سارے کے سارے پیسے مجھے دینے پڑ گئے۔میں اس ادائیگی سے انکار نہیں کر سکتی تھی کہ مجھے تو اسی محلّہ میں رہنا تھا۔یہ میری اور میرے گھر والوں کی عزت کا معاملہ تھا۔اس بات کا میرے گھر والوں کو علم نہیں تھا اور میں اپنے میاں اور بیٹوں کو بتانا بھی نہیں چاہتی تھی۔میں نے مجبوری اور خوف کے تحت ایک نہایت مکروہ فیصلہ کیا اور وہ پیسے ادا کرنے کے لیے سود پر پچاس ہزار روپے لے کر ان عورتوں کو دے دیئے۔جس شخص سے سود پر رقم حاصل کی تھی اس نے ماہانہ پانچ ہزار قسط وصول کرنا شروع کر دی۔میں سود خور کو پانچ پانچ ہزار کی دو قسطیں ادا کر چکی تو مجھے ہوش آئی کہ یہ تو انتہائی مہنگا سودا ہے۔میں کب تک باقاعدگی سے یہ رقم ادا کروں گی۔جس عزت کو بچانے کیلئے یہ کام کیا تھا وہ عزت تو اس طرح بھی رخصت ہو جائے گی۔اسی دوران میری اپنی ایک دوست زبیدہ بی بی سے ملاقات ہوئی اور اس کو میں نے اپنا مسئلہ بتایا کہ میں کس طرح سود جیسی لعنت میں پھنس چکی ہوں۔مجھے اصل خوف یہ تھا کہ اگر میرے میاں کو علم ہوا تو ایک مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔

زبیدہ بی بی نے مجھے اخوت کے بارے میں بتایا کہ یہ ادارہ لوگوں کو سود کی لعنت سے چھٹکارا دلانے کے لیے قرض فراہم کرتا ہے۔میرا خیال تھا کہ یہ باتیں غلط ہوں گی۔آج کل کے دور میں کون

اسطرح کسی کی مدد کرتا ہے۔تاہم کچھ دن سوچنے کے بعد میں اخوت کے آفس پہنچی اور ضروری معلومات لینے کے بعد درخواست فارم جمع کروایا۔اگلے دس دنوں میں میرا کیس تیار کیا گیا اور مجھے اخوت کی طرف سے تیس ہزار روپے بطور قرض حسنہ مل گئے ۔میں نے کچھ اور کمیٹیاں بھی ڈالی ہوئی تھیں جن سے مجھے بیس ہزار روپے اور مل گئے اور اس طرح میں نے پچاس ہزار روپے کی رقم واپس کر کے سود سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔اب میں اخوت کو مقررہ تاریخ تک اپنی قسط ادا کرتی ہوں ۔قسط کی رقم صرف اڑھائی ہزار ماہانہ ہے ۔مجھے امید ہے کہ ڈیڑھ سال میں ساری رقم ادا ہو جائے گی ۔قسط کی رقم میں گھر کے خرچوں سے ہی نکالتی ہوں ۔شکر ہے کہ میرا یہ راز میرے میاں اور بیٹوں تک نہیں پہنچا ورنہ انہیں کس قدر دکھ ہوتا ۔ہم عورتیں' بعض اوقات اپنی سادگی' اور بعض اوقات کسی اور کی مکاری کے باعث مشکل کا شکار ہو جاتی ہیں۔حکومت کا بھی تو فرض ہے کہ وہ ایسے لوگوں کا قلع قمع کرے جو غریبوں کی عمر بھر کی کمائی لوٹنے کے لیے تیار رہتے ہیں ۔میں اخوت کے لیے دعا گو ہوں اور اللہ تعالیٰ سے معافی کی خواستگار بھی ہوں کہ میں سود جیسی لعنت کا شکار بنی ۔

جب ڈاکٹر امجد ثاقب نے اخوت کی کامیابی کی داستان سنائی تو سب کی آنکھیں بھیگ گئیں ۔

محمد یٰسین وٹو (روزنامہ نوائے وقت)

17

دوست نہیں دشمن

راوی	:	محمد ریاض ولد عبدالرزاق
سود کی رقم	:	20,000
شرح سود	:	150فیصد

میں ایک ٹیکسی ڈرائیور ہوں۔ٹیکسی میری اپنی ملکیت نہیں بلکہ میں کسی اور کی ٹیکسی کرائے پر لے کر چلاتا ہوں۔میں نے ڈرائیونگ میں کبھی بد احتیاطی نہیں کہ کیونکہ یہی تو میری روزی کا وسیلہ ہے۔ لیکن احتیاط کے باوجود ایک دفعہ نجانے کیا ہوا کہ گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا۔مجھے بے حد دکھ اور افسوس تھا۔میں خوفزدہ بھی تھا کہ اب کیا ہوگا۔گاڑی کے مالک کا کہنا تھا کہ گاڑی کا ایکسیڈنٹ میری وجہ سے ہوا تھا لہٰذا مجھے ہی اس کی مرمت کروانی پڑے گی۔شاید وہ ٹھیک ہی کہتا تھا۔غلطی تو میری ہی تھی لیکن میرے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ میں گاڑی کی مرمت کروا سکتا۔گاڑی کے مالک کی ضد تھی کہ وہ ایک دن بھی انتظار نہیں کرسکتا۔وہ اپنا نقصان کیوں کرواتا۔اس نے میرے ساتھ کبھی زیادتی نہ کی تھی اس لیے میرے پاس انکار کی کوئی گنجائش نہ تھی۔اس کے پے در پے اصرار کی وجہ سے مجھے سود پر بیس ہزار روپے لینا پڑے۔میں نے گاڑی مرمت کروا کر واپس کر دی۔اب میرا دل اس گاڑی سے اچاٹ ہوگیا تھا۔میں نے بوجھل دل کے ساتھ کسی اور کی گاڑی چلانا شروع کردی۔تاہم مجھے سود کے دو ہزار ادا کرنا پڑتے تھے۔یہ سلسلہ دیر تک چلتا رہا۔میں سود خور کو ماہانہ دو ہزار روپے کے حساب سے 30,000ہزار روپے ادا کر چکا تھا۔میں نے اپنے والدین کو نہیں بتایا تھا کہ میں نے سود پر رقم حاصل کی تھی۔میں نے انہیں کہا تھا کہ یہ رقم کسی دوست نے دی ہے۔ اور اس کی واپسی کی کوئی شرط نہیں۔وہ ہر روز اس نامعلوم دوست کے حق میں دعائیں کرتے۔ماہانہ دو ہزار روپے قسط کی وجہ سے گھریلو اخراجات میں مشکل پیش آرہی تھی۔جب ایک روز یہ راز کھلا کہ ہر ماہ دو ہزار روپے سود کی مد میں جا رہے ہیں تو بہت واویلا مچا۔میرے والد صاحب دل تھام کے رہ گئے۔انہوں نے ہماری بہت اچھی تربیت کی تھی۔وہ غربت کے باوجود حرام اور حلال کی اہمیت کے بہت قائل تھے۔ان کا کہنا تھا کہ رزق کی تنگی تو آزمائش ہے لیکن سود حرام ہے اور حرام کسی بھی طور پر

جائز نہیں ہوسکتا۔ نہ جانے کیسے اور کہاں سے انہیں اخوت کے بارے میں علم ہوا۔شاید یہ ان کی نیک نیتی اور دل سے نکلی ہوئی دعاؤں کا اثر تھا۔ایک روز وہ ادارہ اخوت کے دفتر گئے اور وہاں جا کر معلومات لیں اور درخواست جمع کروادی۔تقریباً چار دن بعد میرا کیس تیار ہوگیا اور ایک ہفتے بعد مجھے پیسے مل گئے۔اسی دن میں نے وہ پیسے سودخور کو دے کر اپنی جان چھڑوالی۔اخوت کی طرف سے لیے گئے قرض کی قسطیں میں انتہائی ذمہ داری سے واپس کرتا ہوں۔میرے والدین کبھی کبھار ڈانٹ کر کہتے ہیں کہ میں اس شخص کو دوست کہتا تھا جس نے مجھے اللہ سے جنگ کی راہ دکھائی۔اصل دوست تو مجھے اب ملا ہے جس نے اجنبیت کے باوجود بلاسود قرضہ دے دیا۔میں ہر وقت دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس ادارے کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا کرے تا کہ یہ ہمارے جیسے ہزاروں مجبور انسانوں کی مجبوری دور کرتا رہے۔"رزق کی تنگی تو آزمائش ہے لیکن حرام شے کبھی حلال نہیں ہوسکتی"۔میں نے اپنے والد کی یہ نصیحت لکھ کر ٹیکسی کے شیشے پر لگا رکھی ہے۔اب میں اسے کبھی نہیں بھولوں گا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ غربت اور بے روزگاری کے خاتمہ کے لیے حکومت اور اہل ثروت کو اس قسم کے اداروں کی سرپرستی کرنی چاہیے۔

رحمت علی رازی (روزنامہ جنگ۔عزم)

18

بہن کی طلاق

راوی	:	عابدہ سلطانہ
سود پر لی گئی رقم	:	20,000روپے
شرح سود	:	210فیصد

میں ایک سکول میں پڑھاتی ہوں۔اپنے پورے گھر کی ذمہ داری میرے کندھوں پر ہے۔ہم نے پیسہ پیسہ جوڑ کر اپنی ایک بہن کے ہاتھ پیلے کیےلیکن بدقسمتی سے اسکا خاوند نکھٹو نکلا۔پورا دن گھر میں بیکار بیٹھا رہتا اور اسے میکے بھیج کر کہتا کہ جاؤ میرے خرچ کے لیے رقم لے کر آؤ۔ان کا ایک سال کا بیٹا بھی تھا۔وہ اس کی طرف بھی کوئی توجہ نہ دیتا اور اس معصوم کو بھی مارتا تھا۔مجبوراً میری بہن نے اس سے علیحدگی کے لیے عدالت میں کیس دائر کر دیا۔ان دنوں میرے چھوٹے بھائی کی بھی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔لیکن بدقسمتی یہ ہوئی کہ نئی بھابی کے ساتھ ہماری نبھ نہ سکی۔اس نے بھائی کے ساتھ مل کر ہمیں گھر سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور ہمیں اپنے لیے کرائے کا گھر لینا پڑا۔گھر سے بے گھر ہونے کے بعد اور کرائے کے گھر میں آنے کے بعد ہمارے حالات مزید خراب ہو گئے۔حالات کی اس خرابی کے باوجود بہن کا دکھ دیکھا نہیں جاتا تھا۔اس کو اس دلدل سے نکالنا بے حد ضروری تھا۔مقدمے کی پیروی کے لیے وکیل نے بیس ہزار روپے مانگے۔ہم نے بہن کا کیس لڑنے کے لیے ایک شخص سے سود پر بیس ہزار روپے لے لیے۔یوں میں اور میرا گھرانہ مجبوری کی وجہ سے سود خور کے چنگل میں پھنس گئے۔اب میں سود خور کو ساڑھے تین ہزار روپے ماہانہ سود کی قسط دیتی تھی۔ایک سال تک ساڑھے تین ہزار روپے کے حساب سے بیالیس ہزار روپے دینے کے بعد بھی اصل رقم (بیس ہزار) وہیں کی وہیں تھی۔اگر کسی مہینے سود کی قسط لیٹ ہو جاتی تو سود خور کا ہرکارہ گلی محلے میں شور کرتا اور گالیاں دیتا۔ایک دفعہ میں دو ماہ تک اس کو قسط نہ دے سکی جو کہ سات ہزار روپے بن گئی۔سود خور نے آکر شور مچایا۔مجبوراً مجھے اپنی سونے کی دو بالیاں پانچ ہزار روپے کے عوض بیچنی پڑیں۔آنسو اور بے چارگی۔یہ بالیاں میری دادی اور میری ماں کی واحد نشانی تھیں۔بالیاں کانوں سے اتریں تو یوں لگا جیسے سر سے کوئی چادر اتر گئی ہو۔میں یہ بالیاں کبھی نہ بیچتی لیکن میرے پاس کوئی

اور راستہ نہ تھا۔اسی دن اتفاق سے میری بچپن کی دوست زبیدہ میرے گھر آئی ۔اس نے مجھے یوں پریشان دیکھ کر پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے ۔میں نے اس کو بتایا کہ سودوالے کی قسط دینی ہے کل رقم سات ہزار روپے ہے۔میں نے پانچ ہزار روپے کا بندوبست کرلیا ہے لیکن دوہزار روپے نہیں ہیں ۔زبیدہ نے مجھے دو ہزار روپے دے کر قسط ادا کرنے کا کہا۔اگلے دن اس نے مجھے اخوت نامی ایک ادارے کے بارے میں بتایا جو بلا سود قرض فراہم کرتا ہے اور قرض کی رقم بھی ماہانہ آسان اقساط میں وصول کی جاتی ہے۔''اگر تم اپنی اقساط پابندی سے ادا کرسکتی ہو تو میں تمہیں وہاں لے چلتی ہوں''۔زبیدہ نے مجھے کہا اور یوں ہم لوگ اخوت کے دفتر گئے ۔وہاں پر موجود عملہ نے بڑی اچھی طرح سے اخوت کے بارے میں معلومات اور قرض حاصل کرنے کا طریقہ کار سمجھایا۔میں نے سادہ کاغذ پر ایک درخواست لکھی اور ساتھ دو ضمانتی بھی تیار کرلیے۔ضمانتیوں کے دستخط لینے کے بعد مجھے پندرہ ہزار روپے بطور قرض دے دیئے گئے ۔پانچ ہزار روپے ایک بار پھر دوست نے اپنی طرف سے شامل کیے اور بیس ہزار روپے دے کر سود جیسی لعنت سے جان چھڑائی ۔میں ادارہ اخوت ،اس کے ملازمین اور ان لوگوں کی' جو اس ادارے کی مدد کرتے ہیں' بہت مشکور ہوں ۔میری دعا ہے کہ ادارہ اخوت اور ترقی کرے ۔کاش کوئی میرا یہ پیغام صدر' وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ تک بھی پہنچائے کہ وہ غریبوں کیلئے بلا سود قرضے کا کوئی پروگرام کیوں نہیں بناتے ۔ہم لوگ بھیک نہیں مانگتے صرف قرض حسنہ چاہتے ہیں ۔دس' بیس یا تیس ہزار۔اس معمولی رقم سے ایک پورا گھرانہ زندگی کی طرف لوٹ سکتا ہے۔

اخوت والوں نے اشفاق احمد کی اس بات کو اپنے پلے باندھ لیا ہے کہ ہر پاکستانی عزتِ نفس کا بھوکا ہے۔

ناصر بشیر (روزنامہ پاکستان)

19

میاں کی بیماری

راوی	:	جمیلہ بیگم
سود کی رقم	:	15000 روپے
شرح سود	:	440 فیصد

میرا تعلق ایک غریب مگر سفید پوش گھرانے سے ہے۔ ہماری خرادی دکان تھی جو کہ میرے میاں اور بیٹا مل کر چلاتے تھے۔ ہم کم آمدنی کے باوجود خوش باش تھے۔ اسی دوران میرے میاں کو سینے میں تکلیف ہوئی۔ کافی ڈاکٹروں کے پاس لے کے گئے لیکن ان کی بیماری کا پتہ نہیں چلا۔ پھر ایک ڈاکٹر نے بتایا کہ میرے میاں کو دل کی بیماری ہے۔ میاں کے بیمار ہونے کی وجہ سے دکان بند ہوگئی کیونکہ میرا بچہ ابھی چھوٹا تھا اور اسے اپنے طور پر دکان چلانے کا تجربہ نہیں تھا۔ میاں کی بیماری کے اخراجات اور گھر کا کرایہ ادا کرنے کے لیے میں نے مجبوراً ایک عورت سے سود پر پندرہ ہزار روپے لیے۔ چھ ماہ تک اس عورت نے مجھ سے پیسوں کا مطالبہ نہیں کیا۔ پھر چھ ماہ کے بعد اس نے کہا کہ آپ مجھے 3000 ماہانہ قسط دیا کریں۔ آپ یقین کریں کہ میں مسلسل بائیس ماہ تک اس عورت کو تین ہزار ماہانہ دیتی رہی۔ آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ پندرہ ہزار روپے کے عوض چھیاسٹھ ہزار روپے پر انسان پہ کیا قیامت گذر سکتی ہے۔ یہ پیسے میرے بچوں کے منہ کا نوالہ تھے۔ جب میں ان کے بارے میں سوچتی ہوں تو میرے اندر آگ سی لگ جاتی ہے۔ اس سود کی وجہ سے میرے میاں بھی ٹھیک نہ ہوئے اور کام کاج بھی نہ چلا۔ گھریلو حالات مزید خراب ہوگئے۔ یہاں تک کہ نوبت فاقوں تک جا پہنچی۔ اکثر اوقات گھر کا کرایہ بھی ادا نہ کیا جاتا۔ غریب آدمی جب دلدل میں گرتا ہے تو پھر گرتا ہی چلا جاتا ہے۔ میں اس وجہ سے کافی پریشان تھی۔ ہمارے محلے میں میری ایک واقف نے مجھے بتایا کہ اخوت نامی ادارہ بغیر سود لیے قرض دیتا ہے۔ میرے لیے تو یہ خبر نا قابلِ یقین تھی۔ میں اسی دن اخوت کے دفتر گئی۔ وہاں ہمیں بہت اچھے انداز میں اخوت کے کام کے بارے میں معلومات ملیں اور بلا سود قرض حاصل کرنے کا طریقہ کار بتایا گیا۔ دفتر میں بات کرنے سے میرا حوصلہ بہت بلند ہوا اور میں نے دل میں دعا کی کہ یا اللہ اگر سود جیسی لعنت سے میری جان چھوٹ

جائے تو میں شکرانے کے نوافل ادا کروں گی۔ اخوت سے مجھے دس ہزار روپے کا قرض مل گیا اور پانچ ہزار روپے خود سے جمع کر کے اسی دن اس سود خور عورت کو واپس کیے۔ سود ختم ہونے کے بعد میرے گھر پر اللہ کا فضل ہونے لگا۔ میرے میاں کافی حد تک ٹھیک ہو گئے اور انہوں نے دکان کھولنا شروع کر دی۔ اب حالات اور کاروبار میں کافی بہتری آ گئی ہے۔ میں ذہنی طور پر بہت مطمئن ہوں اور سکون سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہوں۔ اخوت ادارے کے بارے میں دعا ہے کہ یہ ادارہ اور ترقی کرے۔ میں اس ادارے کے بارے میں بہت سے لوگوں کو بتا چکی ہوں۔ میرے کہنے پر دو گھرانے اخوت کے توسط سے قرضوں سے نجات حاصل کر چکے ہیں۔ میں کسی کا سود تو ادا نہیں کر سکتی لیکن انہیں ایک اچھا راستہ تو بتا سکتی ہوں۔ سود کی لعنت سے چھٹکارا دلا کر اس ادارے نے ہمیں عزت اور سکون دیا۔ کاش یہ کام اور لوگ بھی کریں۔

اس ادارے نے مائیکرو فنانس کے جدید تصور کو اسلامی سانچے میں ڈھال لیا۔ یہ ایک ایسا کام ہے جو مسلم دنیا کو ہر شعبے میں کرنا چاہیے۔

عامر خاکوانی (روزنامہ ایکسپریس)

20

گھر بچاؤں یا ایمان

راوی	:	شاہین بی بی زوجہ بابر خان
سود کی رقم	:	20,000
سود کی شرح	:	175فیصد

میرے میاں ایک ٹیکسی ڈرائیور ہیں۔میں خود سلائی کڑھائی کا کام کرتی ہوں۔ہم کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔بجلی،پانی اور گیس کے بل اور کھانے پینے کا خرچہ میں سلائی کڑھائی کر کے پورا کرتی تھی۔یوں گزر بسر اچھی طرح ہوجاتی تھی۔ایک دن اچانک میرے میاں کی گاڑی کا انجن سیز ہوگیا۔ آمدنی بند ہونے کی وجہ سے ہمارا گذر اوقات میں تنگی آنے لگی۔سلائی کڑھائی سے تمام اخراجات پورے کرنے مشکل تھے۔گاڑی خراب ہونے کی وجہ سے میرے میاں اکثر گھر رہنے لگے۔مسلسل بیکاری اور مالی مشکلات کی وجہ سے چڑچڑے ہوگئے اور اکثر مجھ سے جھگڑنے لگے۔ان کا غصہ مجھ پر اور بچوں پر نکلتا تھا۔میں اس پر انہیں قصوروار نہیں ٹھہرا سکتی۔ایک بے روزگار مگر حساس شخص کڑھے گا نہیں تو اور کیا کرے گا۔غربت کے ان گنت مسائل ہیں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ انسان خود سے تو ناراض رہتا ہی ہے لیکن آہستہ آہستہ اپنوں سے بھی ناراض ہونے لگتا ہے۔ان کا اصل مسئلہ گاڑی کی مرمت تھا۔اس کام کے لیے جب کہیں سے بھی روپوں کا انتظام نہ ہوا تو مجبوراً میں نے اپنے میاں کو بتائے بغیر ایک سود خور سے بیس ہزار روپے سود پر لے لیے۔جس کی ماہانہ قسط اڑھائی ہزار روپے مقرر ہوئی۔میاں کو بتائے بغیر قرض لینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ مجھ پر یہ دباؤ ڈال رہے تھے کہ اپنے رشتے داروں سے پیسے لے کر دو۔میں اپنے رشتے داروں سے قرض مانگنا نہیں چاہتی تھی کیونکہ وہ بعد میں تقاضا کرتے تو میری ازدواجی زندگی میں طوفان آ سکتا تھا۔یوں مجھے مجبوراً میاں کو بتائے بغیر قرض لینا پڑا۔ چودہ ماہ تک اڑھائی ہزار روپے کے حساب سے پینتیس روپے سود والے کو دینے کے باوجود میری اصل رقم وہیں کی وہیں تھی۔سود کے روپوں سے میرے میاں نے گاڑی تو ٹھیک کروائی لیکن ٹھیک چودہ دن بعد گاڑی کا انجن دوبارہ سیز ہوگیا اور گھریلو حالات مزید خراب ہوگئے۔میاں نے اس بار اپنے کسی دوست سے دس ہزار روپے لے کر گاڑی کا کام کروایا۔پہلی دفعہ انجن کی مرمت کا خرچہ زیادہ ہوا اور

دوسری دفعہ کم آیا۔ اسی دوران سود خور تنگ کرنے لگا تھا۔ اگر قسط ایک دن بھی لیٹ ہو جاتی تو وہ دوسرے دن گھر پہ پہنچ جاتا اور شور ڈالتا۔ میں نے اپنے میاں کو ابھی تک قرض کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ ایک دن میرے میاں گھر پہ ہی تھے کہ سود خور قسط لینے گھر آ گیا۔ میرے میاں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو مجھے بتانا پڑا کہ پہلی دفعہ گاڑی ٹھیک کروانے کے لیے اس شخص سے سود پر قرض لیا تھا۔ میرے میاں نے اس بات پہ میرے ساتھ لڑائی شروع کر دی اور مجھے بُرا بھلا کہہ کر گھر سے باہر نکل گئے۔ میں نے تو یہ سب کچھ اپنا گھر بچانے کے لیے کیا تھا۔ کاش کوئی شخص اتنا بھی مجبور نہ ہو۔ میں اپنی بدقسمتی پر اکیلے بیٹھ کر رو رہی تھی کہ میری ایک دوست میرے پاس آئی اور مجھ سے رونے کی وجہ پوچھی۔ ساری بات سننے کے بعد اس نے مجھے ادارہ اخوت کے بارے میں بتایا کہ یہ ادارہ بلا سود چھوٹے قرض فراہم کرتا ہے۔ میں ادارہ اخوت کے دفتر گئی۔ حسبِ ہدایت اگلے دن میں نے سادہ کاغذ پر درخواست لکھ کر دی اور ساتھ دو ضمانتی دیئے۔ پانچ دن بعد مجھے پندرہ ہزار روپے کا چیک دیا گیا۔ بقیہ رقم میں نے اپنی طرف سے جمع کی اور اسی دن شام سود خور کو بیس ہزار روپے دے کر سود جیسی لعنت سے جان چھڑائی۔ سود پر لیا ہوا قرض ختم ہونے کے بعد میرے گھریلو حالات بہتر ہونا شروع ہو گئے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں یہ محض اتفاق ہے۔ میں کہتی ہوں نہیں یہ ایمان ہے۔ میں اخوت کو پندرہ سو روپے ماہوار دیتی رہی اور دس ماہ میں قرض ختم ہو گیا۔ پہلا قرضہ ادا کرنے کے بعد میں نے دوسرا قرض لے کر سلائی کڑھائی کا کام دوبارہ شروع کیا۔ ہمارے حالات اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور ادارہ اخوت کے تعاون سے بہتر ہو گئے۔ میری دعا ہے کہ اخوت تیزی سے ترقی کی منازل طے کرے۔ (آمین)۔ میں اپنے بہنوں اور بھائیوں کو ایک نصیحت کرنا چاہوں گی کہ حالات خواہ کتنے ہی سنگین کیوں نہ ہوں سود کی طرف قدم نہ اٹھائیں۔ آپ کے حالات بہتر ہو جائیں گے یہ بات تو حتمی نہیں لیکن ایک بات طے ہے کہ آپ سود میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کے سزاوار ضرور بن جائیں گے۔

مواخاتِ مدینہ کا یہ ماڈل آج کے معاشرے میں روشنی اور خیر و برکت کی کرنیں پھیلا رہا ہے۔

عطاالرحمان (کالم نگار)

21

میری نصیحت

نام : بشریٰ عمانوائیل

سود کی رقم : 15000

سود کی شرح : 50فیصد

بشریٰ عمانوائیل نامی یہ خاتون آوڑہ محلّہ کی رہنے والی ہیں۔ان کا میاں ایک سرکاری سکول میں کام کرتا ہے۔انکی تنخواہ نوہزار روپے ہے۔ان کا بیٹا بھی فرنیچر کا کام کرتا ہے اور چار ہزار روپے ماہانہ کماتا ہے۔بشریٰ گھر کے حالات کو بہتر رکھنے کے لیے ایک گھر میں کام کرتی ہے جہاں سے اسے چار ہزار روپے ماہانہ ملتے ہیں۔گھرانے کی کل آمدنی مل کر سولہ ہزار روپے بنتی ہے۔بچوں کی فیس، کتابوں کا خرچہ بجلی پانی کا بل ادا کر کے گھر کے اخراجات پورے کرنے کے لیے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔یہ بھی ان لوگوں میں سے ایک ہیں جو سود جیسی لعنت میں گرفتار ہیں۔

اس خاتون نے آج سے چند ماہ پہلے ایک شخص سے پندرہ ہزار روپے قرض لیے تھے جوانہوں نے اپنی بیٹی کی شادی پر ہونے والے اخراجات میں خرچ کیے۔شادی تو ہو گئی لیکن خاتون بہت بری طرح سود خور کے چنگل میں پھنس گئی۔وہ پندرہ ہزار کے اوپر پندرہ سو روپے قسط دیتی رہی۔ہر بار سود دینے کے بعد ان کا کلیجہ کٹ سا جاتا اور وہ ساری رات آنسوؤں کے موتی پروتیں۔بیٹی کی شادی کو چھ ماہ گذر گئے لیکن سود کی رقم وہیں کی وہیں تھی۔بشریٰ کے محلے میں خواتین کا ایک گروپ تھا جس نے اخوت سے قرض لے رکھا تھا۔بشریٰ کو وہاں سے اخوت کے بارے میں پتہ چلا کہ یہ ادارہ بلاسود قرضہ فراہم کرتا ہے اور خصوصاً بھاری شرح پر لیے گئے قرض کے معاملے میں لوگوں کی خصوصی طور پر مدد بھی کرتا ہے۔بشریٰ نے کچھ عورتوں کو ملا کر اپنا گروپ بنایا اور اخوت کے آفس میں آئیں۔یہ گروپ پانچ عورتوں پر مشتمل تھا۔دوران اپریزل معلوم ہوا کہ گروپ کی دو خواتین قرضہ کی اہل نہیں کیونکہ انہیں ایک بنک سے قرض لیے ہوئے صرف ایک ماہ ہوا تھا۔اخوت کا مقصد لوگوں کو مقروض کرنا نہیں بلکہ ان کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے انکی مدد کرنا ہے۔کیس تیار ہونے کے بعد بشریٰ کو پندرہ ہزار روپے کا چیک دیا گیا جو اس نے اسی دن سود خور کو دے کر سود

کی ادائیگی سے اپنی جان چھڑائی۔بشریٰ اخوت کی ماہانہ اقساط کی ادائیگی کے علاوہ ماہانہ ڈونیشن بھی دیتی ہیں۔بشریٰ کا کہنا تھا کہ سودی رقم بے برکتی اور عدم اطمینان کا باعث بنتی ہے۔''جس نظام میں حرص، لالچ اور لوٹ مار شامل ہو وہ نظام رحمت نہیں زحمت کو جنم دیتا ہے۔ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اخراجات کم کریں یا اور سود سے پرہیز کریں۔خوشیوں کا اصل راستہ تو محنت اور قناعت ہے۔ہم وقت سے پہلے اور ضرورت سے زیادہ کیوں مانگتے ہیں۔''بشریٰ اپنا یہ پیغام سارے اہل محلّہ کو دینا چاہتی ہے۔ان کی پلکوں سے آنسوؤں کے موتی اب بھی گرتے ہیں لیکن یہ دکھ کے نہیں تشکر کے موتی ہیں۔

پاکستان شاید دنیا کا واحد ملک ہے، جہاں بدترین حکومتوں، غلیظ اشرافیہ، طاقت کی تمنا میں مرتے علما اور ژولیدہ فکر دانشوروں کے باوجود سوشل سیکیورٹی کا ایک متوازی نظام فروغ پذیر ہے۔جہاں اختر حمید خاں، عبدالستار ایدھی، عمران خاں، ادیب الحسن رضوی اور ڈاکٹر امجد ثاقب ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔

ہارون الرشید (روزنامہ جنگ)

22

غربت تنہائی کا نام ہے

راوی	:	نیر سلطانہ زوجہ راجہ محمد اکرم
سود کی رقم	:	20,000
شرح سود	:	10فیصد

نیر سلطانہ نے آج سے چھ ماہ پہلے کسی سے بیس ہزار روپے ادھار لے کر اپنے شوہر کو کریانہ کی دکان ڈال کر دی۔ نیر سلطانہ کے شوہر کے پاس اس وقت کوئی کام نہ تھا۔ بے روزگاری کی حالت میں انہوں سوچا کہ کیوں نہ یہ کاروبار شروع کیا جائے تا کہ گھر کا خرچہ چل سکے۔ گھر کے حالات بہتر ہونے کے بعد سود پر لی ہوئی رقم بھی واپس کر دیں گے۔ انہوں نے بیس ہزار قرض لے کر کام تو شروع کر دیا لیکن بدقسمتی سے کریانہ کی دکان ایک ماہ سے زیادہ نہ چل سکی۔ ایک ماہ گزرا اور سود کی رقم کی قسط کی تاریخ آ گئی۔ خاتون نے جس آدمی سے رقم لی تھی اس سے دو ہزار روپے ماہانہ قسط ادا کرنے کی بات کی تھی۔ ایک ماہ تو انہوں نے 2ہزار روپے قسط دے دی لیکن دوسری قسط دینا مشکل ہو گیا کیونکہ ان کے حالات میں کوئی بہتری نہ آئی۔ سود کی رقم کے پیسوں میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا گیا۔ وقت پر اقساط نہ دینے کی صورت میں سود کی رقم بڑھتی رہتی۔ اسی طرح دو ماہ اور گزر گئے۔ نیر سلطانہ کے شوہر کی دکان بھی ختم ہو گئی تھی۔ وہ خود کپڑے سلائی کر کے گھر کا نظام چلاتی رہیں۔ تیسرا ماہ شروع ہوا تو نیر سلطانہ کا ڈیڑھ سال کا بیٹا جل گیا۔ چولھے پر رکھے ہوئے ابلتے پانی کا برتن بچے پر اُلٹ گیا۔ مصیبتوں نے تو ان کے گھر کی راہ ہی دیکھ لی تھی۔ جو کچھ گھر میں تھا اس سے بیٹے کا علاج کروایا۔ سود کی رقم اس ماہ بھی واپس نہ ہو سکی۔ اس دوران ان کا شوہر مزدوری کے سلسلے میں کراچی چلا گیا۔ گھر کے حالات انتہائی خراب ہو گئے۔ کوئی عزیز، کوئی رشتہ دار ان کی مدد کو نہ پہنچا۔ نیر سلطانہ حالات کی سختیوں کا شکار اکیلی کھڑی تھی۔ کوئی ساتھ دینے والا نہ ہو تو غربت کا احساس اور بڑھ جاتا ہے۔ پھر ایک روز ایک عورت جس کا نام ضمیر فاطمہ ہے نے اسے اخوت کے بارے میں بتایا۔ ضمیر فاطمہ خود اخوت کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ سوائے اس کے کہ یہ لوگ قرض دیتے ہیں۔ ضمیر فاطمہ نے یہ بات اپنی بہن ریحانہ ریاض سے سنی تھی جس نے اخوت سے قرض لیا ہوا تھا

۔محلّہ ڈھوک سیداں کی رہائشی ضمیر فاطمہ نیر سلطانہ اور ایک عورت شمیم کو لے کر اخوت کے آفس میں آئیں۔انہیں قرضوں کے بارے میں بتایا گیا۔نیر سلطانہ اخوت سے قرض لینے پر رضامند ہوگئی۔انہوں نے فارم کے ساتھ متعلقہ چیزیں لگا کر کاغذات آفس میں جمع کروائے۔انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ان کے شوہر کراچی میں مزدوری کر رہے ہیں آٹھ ہزار روپے تنخواہ ہے لیکن ابھی تک پیسے نہیں بھیجتے۔اپریزل کے بعد ان کے گواہوں نے ضمانتیں دیں اور اسے پندرہ ہزار روپے کا فیصلہ ہوگیا۔نیر سلطانہ کی دوست خواتین نے پانچ ہزار اپنی طرف سے جمع کیے کیونکہ وہ سودی قرض کی ساری رقم واپس کرنا چاہتی تھیں۔کیس تیار ہونے پر بیس ہزار روپے اس آدمی کو دیئے گئے جس سے انہوں نے لیے ہوئے تھے۔اب وہ ذہنی طور پر مکمل پر سکون تھیں۔ہزار روپے ماہوار قسط اخوت میں جمع کروا رہی ہیں۔''انسان کو چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانا چاہئیں۔قرض لینا اچھا نہیں لیکن سود پر قرض لینا تو ہرگز اچھا نہیں''۔نیر سلطانہ کی یہ بات بہت سے لوگوں کی زندگی بدل سکتی ہے۔

میرے خیال میں اخوت کا مساجد کو سماجی سرگرمیوں کے لئے استعمال کرنا اسکی جدت پسندی کو ظاہر کرتا ہے۔میں نے اخوت کے سود اور سروس چارجز کے بارے میں استدلال کو بھی بہت پسند کیا ہے۔

پروفیسر ایم۔ایس۔سری رام،انڈین انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ،وستاپور، احمد آباد، انڈیا

23

فرض شناس بیٹا

راوی	:	محمد سدھیر ولد نظام دین
سود کی رقم	:	15ہزار روپے
سود کی شرح	:	

میرا نام سدھیر ولد نظام دین ہے اور میں ایک پراپرٹی ڈیلر کے دفتر میں ملازمت کرتا ہوں۔ ہمارے گھر کا گزر مشکل سے ہوتا ہے۔آج سے ایک سال پہلے میری والدہ کو اچانک ٹانگوں میں درد رہنے لگا۔والدہ سے محبت کسے نہیں ہوتی۔میری خواہش تھی کہ وہ جلد از جلد ٹھیک ہو جائیں۔ حالات کی تنگ دستی کی وجہ سے ہمیں علاج کروانے میں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا میں نے پارٹ ٹائم رنگ سازی کا کام شروع کردیا۔مگر والدہ کی ٹانگوں کی تکلیف بڑھتی چلی گئی۔ان کے علاج کی وجہ سے گھر کے اخراجات بھی بڑھ گئے۔نومبر 2008 میں ان کی دونوں ٹانگوں میں شدید درد ہوئی۔ہم انکو ہسپتال لے کر گئے تو ڈاکٹر نے بتایا کہ ان کی ریڑھ کی ہڈی کے مہرے خراب ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے مکمل معذور ہونے کا خدشہ ہے۔ڈاکٹر نے اپریشن کا مشورہ دیا اور بتایا کہ بیس ہزار روپے تک کا خرچ ہے۔انہوں نے بتایا کہ خرچ تو بہت زیادہ ہے لیکن یہ رقم رعایت کر کے بتائی گئی ہے۔کچھ رقم تو میرے پاس موجود تھی مگر باقی کی رقم کے لیے بہت سے لوگوں سے ادھار مانگا مگر نہ ملا۔میں والدہ کو شدید تکلیف میں بھی نہ دیکھ سکتا تھا۔مجبوراً ایک دوست سے مشورے کے بعد میں نے پندرہ ہزار کی رقم ایک شخص سے سود پر لی جس کی اٹھارہ سو روپے ماہانہ قسط طے پائی۔سود لینا اور دینا حرام ہے۔لیکن والدہ کی زندگی بچانے کا اور کوئی راستہ نہ تھا۔یوں میں اپنی والدہ کا علاج کروانے میں کامیاب ہو گیا۔پانچ ماہ تک میں سود کی قسط ادا کرتا رہا۔اگر سود خور کی قسط ایک روز بھی لیٹ ہوتی تو وہ گھر پر آکر طرح طرح کی باتیں کرتا۔برا بھلا کہتا۔گھر کے حالات اس قدر خراب ہو گئے کہ سود کی رقم واپس کرنا میرے لیے ناممکن ہو گیا۔اس مشکل دور میں میرے ایک دوست محمد عامر(جس نے اخوت سے قرض لیا ہوا تھا) نے مجھے اخوت کے بارے میں بتایا اور میرے دل میں ایک امید جاگی۔اس کے بتائے ہوئے پتہ پر اخوت کے دفتر پہنچا اور اپنی ساری

مجبوری سنائی ۔قرضہ حسنہ کے حصول اور اخوت کے بارے میں مکمل تفصیلات حاصل کرنے کے بعد میں نے قرض کے لیے درخواست جمع کروا دی۔کیس تیار ہونے کے بعد مجھے دس ہزار روپے کا قرض مل گیا۔باقی رقم کا بندوبست میں پہلے ہی کر چکا تھا کیونکہ ادارے کا اصول یہ تھا کہ کچھ نہ کچھ رقم خود سے ضرور ڈالنا پڑتی ہے۔اسی دن میں نے سودخور کو اس کی رقم واپس کر دی۔

اخوت کی وجہ سے میری زندگی میں بہت تبدیلی آئی ہے۔میری دعا ہے کہ اخوت لوگوں کی مشکلات کم کرنے کا ذریعہ بنتی رہے۔میں اخبار والوں ٹی وی والوں اور سیاستدانوں سے بھی کہوں گا کہ وہ ہر روز ٹی وی پر آ کر دنیا جہان کی باتیں کرتے ہیں۔آئین‘قانون اور انصاف لیکن کیا کسی نے یہ بھی سوچا ہے سدھیر کو اپنی ضعیف والدہ کے علاج کے لیے سود پہ رقم کیوں لینا پڑی۔یہ سوال صرف ایک سدھیر کا نہیں لاکھوں سدھیروں کا ہے۔ہم اپنے ملک میں دنیا بھر کی لڑائیاں لڑتے ہیں اپنی لڑائی کیوں نہیں لڑتے۔آپ میرے ساتھ چلیں میں آپ کو راولپنڈی شہر میں سینکڑوں لوگ دکھا سکتا ہوں جو سود کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔کاش ہر شہر اور محلے کے لوگ مل جل کر ایک اخوت بنا سکیں۔جہاں ضرورت مندوں کی مدد ہو سکے۔بھائی چارے کو فروغ مل سکے۔

اخوت نے اپنی بہترین کاوشوں کو اپنی درخشاں کلچرل اقدار کے ساتھ جوڑ رکھا ہے۔

پروفیسر آر۔سری نواسن (انڈین انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ،بنگلور،انڈیا)

24

بیوگی کے زخم

راوی	:	ریحانہ کوثر
رقم قرضہ	:	دس ہزار
شرح سود	:	240فیصد

ریحانہ کوثر کوٹ لکھپت کی رہائشی ہیں ۔ان کے شوہر وفات پا چکے ہیں ۔انکی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے ۔ایک بیوہ عورت کو جوان بیٹیوں کے ساتھ ابتلاء اور آزمائش کے جن مراحل سے گذرنا پڑتا ہے ریحانہ کوثر ان سب سے گذر چکی ہیں ۔رشتہ داروں کی سرد مہری عزیز وا قارب کا ناروا سلوک بچوں کا غیر یقینی مستقبل ۔ان کا تو اپنا گھر بھی نہیں ۔مرحوم خاوند کے بڑے بھائی نے اپنے چھوٹے سے گھر کا ایک حصہ انہیں دے رکھا ہے ۔ایک کمرہ اور چولہا رکھنے کی جگہ ۔بس یہی وہ چند گز زمین ہے جہاں چار افراد کا یہ کنبہ گذر بسر کرتا ہے ۔اپنا چولہا جلانے کی لیے ریحانہ کوثر جیولری باکس بناتی ہیں اور مارکیٹ میں سپلائی کر کے اپنی روزی کما رہی ہیں ۔ایک بار کسی اشد ضرورت کے لیے انہوں نے دس ہزار روپے قرض لیے تھے ۔اس وقت انہیں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اس رقم پر ان سے سود بھی وصول کیا جائے گا ۔ جب قرض لیے ہوئے ایک مہینہ گزر چکا تو انہوں نے قرض والی عورت کو قسط جمع کروائی ۔لیکن معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اصل رقم تو وہیں کی وہیں ہے ۔یہ تو سود تھا ۔ریحانہ کوثر بہت پریشان ہوئیں کیونکہ اگر انہیں علم ہوتا کہ انہیں سود بھی دینا ہے تو وہ کبھی بھی یہ رقم نہ لیتیں ۔ان کے اندر دینی اقدار کوٹ کوٹ کر بھری ہیں ۔ریحانہ کوثر نے جب سود کی ادائیگی کرنے سے انکار کیا تو اسے کہا گیا کہ اگر وہ سود ادا نہیں کرے گی تو وہ عورت جس سے رقم لی تھی گھر آ کر تنگ کرے گی اور وہ عورت اکیلی نہیں بلکہ ایک پورا گروہ ہے ۔اس لیے پولیس بھی اسکا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ۔ریحانہ کوثر پر کپکپی سی طاری ہوگئی ۔ایک بیوہ عورت ایسے لوگوں کا مقابلہ کس طرح سے کر سکتی تھی ۔گھر میں دو بیٹیوں کی موجودگی نے اسے اور کمزور کر دیا ۔مجبوراً اسے سود ادا کرنا پڑا ۔تین ماہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا لیکن ریحانہ اس ظلم سے ادھ موئی ہونے لگی ۔وہ یہ بات اپنے دیور کو بھی بتانا نہیں چاہتی تھی ۔ ایک دن اس نے اخبار میں ادارہ اخوت کے بارے میں پڑھا اور وہ اگلے ہی روز اخوت کے دفتر

جا پہنچی اور اپنے مسئلہ سے اخوت کے سٹاف کو آگاہ کیا۔ضروری کاروائی کے بعد ریحانہ کوثر کا کیس تیار ہوا اور انہیں دس ہزار روپے کا قرضہ فراہم کیا گیا جو انہوں نے اسی دن سود خور عورت کو واپس کردیئے۔لیکن اس عورت کا اصرار تھا کہ اسے مزید سات ہزار بطور جرمانہ ادا کرنے پڑیں گے۔ گفت وشنید کے بعد جرمانہ کی رقم دو ہزار کردی گئی۔اس عورت نے 10 ہزار کے بدلے ریحانہ کوثر سے سونے کی بالیاں بھی لے کر رکھی ہوئی تھیں۔رقم کی ادائیگی کے بعد سونے کی بالیاں بھی واپس مل گئیں اور ریحانہ کوثر کی سود سے جان بھی چھوٹ گئی۔اب وہ اور اس کے بچے ادارہ اخوت کے لیے دعا گو ہیں۔''کیا حکومت کا فرض نہیں کہ وہ ہماری مدد کرے۔ایک بیوہ عورت اپنی کہانی کس کو سنانے جائے۔کون ہے جو اس کے زخموں پر مرہم رکھے' کون ہے جو اس کا سہارا بنے۔کوئی اللہ کا بندہ' کوئی عمر بن عبدالعزیز''۔ریحانہ کوثر کا یہ سوال صرف حکمرانوں کے لیے نہیں ہر صاحب ثروت کے لیے ہے۔

اخوت کو جان کر میں ایک حیران کن ذہنی کیفیت سے دوچار ہوں۔یہ دلوں کو گرما دینے والا تجربہ ہے۔

زوفیین۔ٹی۔ابراہیم ،فری لانس جرنلسٹ

25

آزادی کا پروانہ

راوی	:	زبیدہ بی بی زوجہ علی
سود کی رقم	:	20ہزار روپے
شرح سود	:	100فیصد

اخوت کی دنیاپور برانچ میں ایک دن ایک خاتون اپنے شوہر کے ہمراہ قرضِ حسنہ لینے کے لیے آئیں۔دونوں ایک عجیب طرح کی دکھ بھری کیفیت کا شکار تھے۔خاتون نے اپنا نام زبیدہ بی بی اورا پنے شوہر کا نام علی بیان کیا۔اس کا کہنا تھا کہ''ہم لوگ دنیاپور کی بستی بشیر آباد کے رہائشی ہیں۔ ہمارا خاندان سات افراد پر مشتمل ہے۔میرے شوہر ٹھیکہ پر رکشہ چلاتے ہیں اور میرا ایک بیٹا کپڑے کی دوکان پر ملازمت کرتا ہے۔ان دو افراد کی آمدن کے باوجود مشکل سے گذارا ہوتا ہے۔ ہماری ایک بیٹی کی عمر گذرتی جارہی تھی ۔ایک روز مناسب سا رشتہ آیا تو ہم نے اس کے ہاتھ پیلے کرنے کا فیصلہ کرلیا۔جہیز تو دینا ہی تھا لیکن رقم کا کوئی بندوبست نہ تھا۔زمانے کی غلط روش اور دنیا داری نبھاتے ہوئے دنیاپور میں ہی ایک سودخور کے چنگل میں پھنس گئے۔آنکھوں پہ مجبوری کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ہم نے اس سودخور سے 20ہزار روپے سود پر لے لیا۔اس رقم کا ماہانہ سود 2ہزار روپے تھا۔شادی تو ہو گئی لیکن سود کا بوجھ پریشان کرنے لگا اور کچھ ہی عرصہ میں سود کا عذاب ہمارے خاندان پر اثر انداز ہونے لگا۔گھر کے اخراجات تو پہلے ہی بڑی مشکل اور روکھی سوکھی کھا کر پورے ہو رہے تھے۔سود کی ادائیگی کے بعد گھر میں ایک وقت کی روٹی کا آٹا بھی نہ بچا۔ہم اب تک 48ہزار روپے سود کی مد میں ادا کر چکے ہیں۔شرم کے باعث کسی سے اس صورت حال کا تذکرہ بھی نہیں کرسکتے جبکہ گھر میں فاقوں کی نوبت ہے۔قصۂ مختصر یہ ہے کہ اس کس مپرسی اور بے کسی کے عالم میں بھی اللہ نے ہم پر رحم کیا۔اپنے محلّہ سے ہمیں معلوم ہوا کہ آپ کا ادارہ اخوت ہم جیسے لوگوں کی مدد کرتا ہے۔چنانچہ یہاں حاضر ہوئے ہیں کہ ہمارے لئے کوئی بہتر راستہ نکل آئے۔''

اخوت کے یونٹ منیجر نے ان لوگوں کا کیس تیار کرنا شروع کیا۔بستی بشیر آباد جا کر ان کے محلّہ سے

ان کے کردار، لین دین اور چال چلن کی تصدیق کی۔اس کے بعد سود خور سے ملاقات کی اور ان لوگوں سے کیئے گئے معاہدہ کی دستاویزات دیکھیں۔زبیدہ بی بی نے 5 ہزار روپے کا انتظام کر رکھا تھا۔**اخوت** کی جانب سے 15ہزار روپے کا قرضِ حسنہ کا چیک جاری کر دیا گیا۔**اخوت** کے نمائندہ نے بذات خود جا کر اس سود خور کی تمام رقم کی یکمشت ادائیگی کی۔سود کی اس ادائیگی کے بعد زبیدہ بی بی اور اس کے خاوند کے چہرے پر جو بے پایاں خوشی اور ان کی آنکھوں میں جو چمک دیکھی گئی وہ نا قابل بیان ہے۔یہ خاندان ایک ہزار روپے ماہانہ ادائیگی کے ذریعہ **اخوت** کا قرضِ حسنہ بھی لوٹا چکا ہے۔ان کے سامنے کوئی بھی **اخوت** کا نام لیتا ہے تو ان کی زبان سے دعائیں نکلنا شروع ہو جاتی ہیں۔

زبیدہ بی بی کا کہنا ہے کہ" یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس ادارے کی بدولت کتنے ہی خاندان سود کی لعنت سے نجات حاصل کر چکے ہیں۔ میں ہر وقت اس ادارے کے لیے دعا گو ہوں کہ اس کی وجہ سے مجھے اور میرے خاندان کو آزادی کا پروانہ ملا"۔

دنیا پور پنجاب کے ایک جنوبی ضلع لودھراں کا چھوٹا سا قصبہ ہے۔عمومی طور پر یہاں کے لوگ ایک دوسرے سے محبت کرنے والے اور ایثار پیشہ ہیں۔لیکن پھر بھی کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو دوسروں کی مجبوری کا فائدہ اٹھا کر نا جائز دولت کمانا چاہتے ہیں۔**اخوت** کے سٹاف کا کہنا ہے کہ سود کی وباء اب صرف بڑے شہروں تک ہی محدود نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے قصبے بھی اسکی زد میں آ چکے ہیں۔سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات!

میرے ذہن میں کوئی ابہام نہیں کہ وہ دن ضرور آئے گا جب ملک میں بسنے والے لاکھوں غریب شہری اور دیہاتی اس ادارے سے مستقل بنیادوں پر مستفید ہوں گے۔

شعیب سلطان خان

26

مدد مانگتی ہے یہ حوا کی بیٹی

راوی	:	رفعت ہاشمی
سود پر لی گئی رقم	:	تین لاکھ
شرح سود	:	120فیصد سالانہ

میں ایک انتہائی سفید پوش مگر غریب گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں ۔میرا یہ خط ایک پکار ہے کیونکہ میں نے اخوت کے بارے میں سن رکھا ہے کہ یہ ادارہ لوگوں کی مدد کرتا ہے ۔ہمارا گھرانہ بھی سود کی وجہ سے مشکلوں کا شکار ہے ۔ہم سب لوگ بہت کچھ کما کر بھی مفلسی کے مارے ہوئے ہیں ۔میں نے چار سال پہلے ایک غلطی کی اور اسکی سزا آج میں ہی نہیں بلکہ میرا پورا خاندان بھگت رہا ہے ۔یہ غلطی (نعوذ باللہ) اللہ سے جنگ یعنی سود پر قرض تھا جو ہم ابھی تک واپس نہیں کر سکے ۔ ہمارا دھاگہ کا کاروبار تھا جو مختلف وجوہات کی بناء پر مکمل ختم ہو گیا ۔ساس بیمار تھیں اور کافی عرصہ معذور رہیں ۔ان کے علاج پر بہت رقم خرچ ہوئی ۔پھر بیٹی کی شادی کی اور شادی کیلئے بھی مجبوراً قرض لینا پڑا ۔یہ سارا قرض جو مل ملا کر تین لاکھ ہو گیا سود پر لیا گیا تھا ۔آپ کو یہ سن کر شاید افسوس ہو کہ قرض کی اس رقم پر ہم اب تک سات آٹھ لاکھ روپے سود دے چکے ہیں ۔

میں سمجھتی ہوں کہ قرض لیتے وقت میں نے اپنے اور اپنے بچوں کے ساتھ زیادتی کی ۔ میں قرض نہ لیتی تو وہ دن شاید گذر ہی جاتے لیکن بربادی کی یہ گھڑی نہ آتی ۔اس وقت ہم گھر کے تمام لوگ مل کر 25 سے 30 ہزار روپے ماہانہ کماتے ہیں اور پھر یہ ساری کی ساری رقم سود کی ادائیگی میں دے دیتے ہیں ۔سود خوروں نے ہمیں اتنا خوفزدہ کر رکھا ہے کہ ہم وقت سے پہلے پیسے ان کے گھر پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں ۔سخت مجبور اور بے بس ہیں ۔ہر وقت اللہ سے اس مصیبت سے نکلنے کی دعا کرتے رہتے ہیں ۔بھوک' فاقے اور خوف ۔یہی ہمارا نصیب بن چکا ہے ۔رشتہ دار بے چارے اس قابل نہیں کہ کوئی مالی معاونت کر سکیں ۔ایک دو دفعہ اس زندگی سے جان چھڑانے کا سوچا لیکن پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کی کہ ایک گناہ کی سزا تو پہلے سے بھگت رہی ہوں خودکشی کی سزا کیسے برداشت کر پاؤں گی ۔یہ جرم تو کبھی معاف نہ ہوگا ۔

ہم مانگنے والے لوگ نہیں ۔وقت نے ہمیں فقیر بنا دیا ہے ۔خدارا میری مدد کر دیجئے ۔میری جوان بیٹیاں ہیں ۔میں سودخوروں سے تنگ ہوں ۔ہر وقت خوف رہتا ہے کہ وہ شادی شدہ بیٹیوں کے گھر جا کر کوئی ہنگامہ نہ کریں ۔جو غیر شادی شدہ ہیں ان کی عزت اور ناموس بھی خطرے میں لگتی ہے ۔ خدا کے لئے میری مدد کریں ۔اگر آپ کے ادارے کو میری رضا کارانہ خدمات کی ضرورت ہوئی تو میں اس کے لیے بھی حاضر ہوں ۔رمضان کا بابرکت مہینہ شروع ہونے والا ہے ۔لوگ رمضان المبارک کی تیاریوں میں مصروف ہیں اور ہمارے گھر میں کھانے پینے یا راشن نام کی کوئی چیز موجود نہیں ۔

کسی کو سودی قرض سے چھڑانا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے ۔ ہمارے حکمران یہ سنت پوری نہیں کرتے ۔کیا معاشرہ کے امیر لوگوں میں بھی کوئی ایسا نہیں جو اس سنت پہ عمل کرے ۔ ہماری مدد کو پہنچے یا پھر سودخوروں کو سمجھائے کہ وہ کب تک ہمارا خون چوسیں گے ۔میں پولیس کے پاس نہیں جانا چاہتی کیونکہ ہمیں اسی شہر اور اسی محلّہ میں رہنا ہے ۔سودخوروں کی آنکھیں ہر وقت ہمارے تعاقب میں رہتی ہیں ۔ہم ان سے چھپ نہیں سکتے ۔ان کے ہاتھ بہت لمبے ہیں ۔کوئی ہے جو ہماری مدد کرے ۔صدر ٗ وزیر اعظم ٗ وزیر اعلیٰ یا پھر اس شہر کے ارب پتی یا دیگر سماجی ادارے ٗ مدد مانگتی ہے یہ حوا کی بیٹی" ....کوئی ہے؟

چیلنج بڑے بڑے ہیں اور وسائل محدود ۔اخوت بہت اچھا کام کر رہا ہے ۔
عشرت حسین ٗ سابق گورنر اسٹیٹ بینک آف پاکستان

27

دشتِ ظلمت

راوی	:	سراج احمد
رقم قرضہ	:	75ہزار
سود جوادا کیا	:	2لاکھ 76ہزار
شرح سود	:	120فیصد

جام پور جنوبی پنجاب کا ایک دورافتادہ قصبہ ہے۔غربت' پسماندگی اور قبائلی رسوم کا شکار۔سود کی وبا یہاں بھی اتنی ہی عام ہے جتنی ملک کے کسی اور حصہ میں۔سراج احمد نامی ایک شخص نے 2007 میں اپنی بیوی کے علاج کیلئے ایک مقامی سودخور سے 75ہزار روپے لیے اور پھر اگلے چار سال کے عرصہ میں اس رقم پر لاکھوں روپے سود ادا کیا۔سراج احمد محمدیہ کالونی جام پور کا رہائشی ہے۔وہ ایک ہوٹل میں بطور باورچی ملازم تھا۔اسے ہر روز پانچ سو روپے اجرت ملتی تھی۔چھٹی کے روز پیسے کاٹ لیے جاتے۔وہ نو افراد پہ مشتمل خاندان کا واحد کفیل ہے۔ایک ڈالر روزانہ والی غربت سے کہیں نیچے بستا ہو یہ گھرانہ ہر لحہ دکھ اور بے بسی کا شکار رہتا ہے۔2007 میں سراج احمد کی بیوی بیمار ہوئی۔ڈاکٹر نے فوری علاج کا مشورہ دیا۔سرکاری ہسپتال والوں نے بات نہ سنی اور پرائیویٹ ہسپتال نے اسی ہزار روپے طلب کیے۔اتنی رقم وہ کہاں سے لاتا۔کوئی عزیز' دوست اس کی مدد کے قابل نہ تھا۔مجبوراً اسے سودخور کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا۔محمدیہ کالونی کی ایک رہائشی خاتون نے اسے 75ہزار روپے کی پیشکش کی۔ساڑھے سات ہزار روپے ماہانہ سود طے ہوا۔شرح سود 120فیصد سالانہ بنتی ہے۔جس شخص کی ماہانہ آمدنی بارہ ہزار کے لگ بھگ ہو وہ ساڑھے سات ہزار سود کیسے ادا کرسکتا ہے۔لیکن سراج احمد کے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا۔اپریل 2007' جب اس کی بیوی بیمار ہو کر ہسپتال پہنچی' سے لے کر مارچ 2011 تک اس نے 2لاکھ 76ہزار روپے سودخور کی نذر کیے۔وہ ہوٹل میں باورچی ہے۔جنوبی پنجاب میں جب درجہ حرارت پچاس ڈگری سے اوپر ہوتا ہےتو بھی اسے چولہے کے آگے کھڑے ہو کر کام کرنا پڑتا ہے۔خون اور پسینہ ایک کر کے اس نے جو کچھ کمایا اس کا پھل کسی اور کی جھولی میں جا گرا۔دکھ اور ہزیمت۔ان چار سالوں میں کوئی لحہ ایسا

نہ تھا جب وہ زندہ درگور نہ ہوا۔ بیوی کا علاج تو ہوگیا لیکن وہ اور اس کا پورا گھرانہ سود کی غلامی میں چلے گئے۔

اسی دوران 2010 میں ضلع راجن پور میں سیلاب نے تباہی مچا دی۔ ہزاروں لوگ بے گھر اور بے یار و مددگار ہوئے۔ دریائے سندھ کا پانی بہت کچھ بہا کے لے گیا لیکن سراج احمد کی بے بسی کہیں نہ گئی۔ وہ مسلسل ساڑھے سات ہزار روپے سود دینے کا پابند تھا۔ سیلاب کی وجہ سے ہوٹل کچھ عرصہ کے لیے بند ہوگیا۔ لیکن اسے ہر ماہ ساڑھے سات ہزار روپے کا بندوبست کرنا تھا۔ اکتوبر 2010 میں اخوت نے راجن پور میں کام کرنے کا فیصلہ کیا اور اپریل 2011 میں سراج احمد کو علم ہوا کہ اخوت کی جانب سے آزادی لون مل سکتا ہے جو اسے سود کی لعنت سے بچا سکتا ہے۔ اسے یقین نہ آیا۔ وہ تو خود کو عمر بھر کیلئے فروخت کر چکا تھا۔ اخوت کے عملہ اور محلّہ کے کچھ افراد نے سود خور عورت کی منت سماجت کی۔ اخلاقیات کا درس دیا۔ "مر دِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر"۔ بہت اصرار کے بعد اس عورت نے دس ہزار کی رقم چھوڑنے کا وعدہ کیا۔ کچھ رقم محلے داروں نے اور بقیہ رقم اخوت نے پیش کی۔ بالآخر سراج احمد کا قرضہ ادا ہوگیا۔ جب وہ قانونی دستاویزات جو سراج احمد کی غلامی کی گواہ تھیں اسے واپس ملیں تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ یہ ایک نا قابلِ یقین منظر تھا۔ اخوت کا عملہ ایک عظیم فرض کی ادائیگی پر مطمئن اور سراج احمد اللہ کے حضور سربسجود تھا۔ لیکن ان تمام افراد کی آنکھوں میں ایک سوال بھی تھا۔ غربت اور بے بسی کا خاتمہ کب ہوگا اور سود کی لعنت سے نجات کب ملے گی۔ دشتِ ظلمت کا آخری پڑاؤ کب آئے گا۔ یہ ساری کہانیاں جو ایک بڑی کہانی کے مختلف باب ہیں کیا ان کا خاتمہ ممکن ہے؟

28

ایک ایف۔آئی۔آر

میں چاہ ہنڑ والا تھانہ کوٹ چھٹہ ضلع ڈی جی خان کا سکونتی ہوں۔کاشتکاری کرتا ہوں۔عرصہ قریب 2 سال قبل ہم بمعہ موجودگی گواہان مسمان (1) عبدالغفور ولد اللہ بخش (2) غلام عباس ولد محمد خان اقوام علیاتی سکنہ دیہہ مسمی محمد قاسم ولد چھٹہ خان قوم شکانی سکنہ موضع نواں شہر کے پاس گئے جس سے نقد رقم مبلغ 1,30,000 روپے بطور قرض حسنہ مانگے۔مذکورہ نے دوسرے دن کہیں اور سے رقم دینے کا کہا چنانچہ آگلے روز میں طاہر جمال،عبدالغفار،غلام عباس گواہان سواری موٹر سائیکل اڈا پر گئے۔وہاں محمد قاسم ملا جو ہمیں ایک ہوٹل کے اندر لے گیا اور مجھے نقد رقم 20000 روپے دیکر ایک بلینک چیک نمبری 40814309 یوبی ایل جام پور حاصل کرلیا۔جب میں نے بقیہ رقم مبلغ 110000 روپے کا مطالبہ کیا تو محمد قاسم نے مجھے کہا کہ آپ ایک مزید بلینک چیک مجھے دیدیں تو میں رقم مبلغ 110000 روپے آپ کو دیتا ہوں۔میں نے اعتماد کرتے ہوئے محمد قاسم کو مزید ایک بلینک چیک نمبر 094040814 یوبی ایل جام پور دیدیا تو محمد قاسم نے مبلغ 110000 روپے مجھے دیدیے۔میں رقم لیکر واپس گھر آگیا۔تاریخ مقررہ پر میں نے محمد قاسم کو اصل رقم پر سود مبلغ دولاکھ روپے روبرو گواہان عبدالغفار،غلام عباس ادا کردیئے جس نے میرے دو اصل چیک 2/3 دن بعد واپس دینے کا وعدہ کیا مگر حسب وعدہ مذکورہ نے میرے دو چیک ادائیگی رقم واپس نہ کیے بلکہ الٹا میرے خلاف تھانہ جام پور میں پرچہ کرادیا۔محمد قاسم نے میرے بھائی غلام لٹیین کو مبلغ 6000 روپے دیکر اس سے بھی بلینک چیک لیکر تھانہ کوٹ چھٹہ میں مبلغ 3,000,000 روپے کا پرچہ کرادیا حالانکہ روبرو گواہان میرے بھائی غلام لٹیین نے اس رقم پر سود مبلغ 10000 روپے محمد قاسم کو واپس کردیئے تھے۔اس طرح لبستی محمد قاسم نے خوچہ کے رہائشی عبدالقیوم ولد بلو خان قوم راجپوت سکنہ لبستی خوچہ کو موٹر سائیکل مالیتی 35,000 روپے دیا۔اس سے بھی بلینک چیک لیکر مبلغ 3,000,000 روپے کا تھانہ کوٹ چھٹہ میں مقدمہ کرادیا جبکہ وہ عبدالقیوم سے اصل رقم سود مبلغ 65,000 روپے وصول کرچکا ہے۔محمد قاسم مذکور سود خور اور ظالم قسم کا آدمی ہے۔سادہ لوگوں کو معمولی رقم کا لالچ دے کر ان سے بلینک چیک لیکر اپنی مرضی کی رقم

لکھ کر غریب عوام کو پریشان کرتا ہے۔میرے ساتھ محمد قاسم نے سخت زیادتی کی ہے۔اس کے خلاف کاروائی کی جائے۔کیونکہ ملزم کے اس کاروبار سے حکومت کو بھی نقصان ہو رہا ہے۔اس کے خلاف پرائیویٹ منی لینڈ نگ ایکٹ 2007 کے تحت کاروائی کی جائے''۔

ڈیرہ غازی خان میں زیر دفعہ پرائیویٹ منی لینڈنگ 3/4 ایکٹ 2007 تعزیراتِ پاکستان کے تحت درج کی گئی ایک ایف آئی آر۔مذکورہ دفعہ (پرائیویٹ منی لینڈنگ 3/4 ایکٹ 2007) کے تحت سود پر رقم دینا قابلِ دست اندازی پولیس جرم ہے اور اس کی سزا دس سال مقرر کی گئی ہے۔ہماری معلومات کے مطابق صوبہ بھر میں اس دفعہ کے تحت اب تک دس یا بارہ سے زیادہ پرچے درج نہیں ہوئے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اڑھائی ہزار سے زیادہ افراد کی سود کی ادائیگی تو صرف ادارہ اخوت کر چکا ہے۔پرچے درج نہ ہونے کی وجوہات میں ضرورت مندوں کی غربت' سود خوروں کا خوف اُن کے آہنی ہاتھ اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی سرد مہری شامل ہیں۔ خلقِ خدا کا صرف ایک سوال ہے کہ اس قانون کا کیا فائدہ جس پر عملدرآمد نہ ہو سکے۔

سود، قرض اور انفاق کے بارے میں کچھ احکام

سود کی حرمت کے بارے میں احکامات اور روایات کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1۔ قرآن پاک میں ارشاداتِ خداوندی

2۔ احادیث مبارکہ

3۔ صحابہ کرام کا طرزِ عمل

4۔ علمائے کرام اور دانشوروں کی نظر میں سود کے سماجی اور اخلاقی پہلو

انہی احکامات سے منسلک انفاق فی سبیل اللہ اور صدقات کا تصور ہے جس کی مدد سے سود کا خاتمہ ممکن ہے، یہ باب انہی پانچ موضوعات کا مختصر احاطہ کرتا ہے۔

سود قرض اور انفاق کے بارے میں کچھ دینی احکام

1۔ قرآنِ پاک:

قرآنِ پاک میں ربا کے بارے میں جو کچھ کہا گیا وہ حسبِ ذیل ہے:

1.1۔ کسی کو قرضہ دیا جائے تو صرف راس المال (Principal Money) واپس لیا جاسکتا ہے۔ اس سے زائد کچھ نہیں لیا جا سکتا۔ کچھ زائد لینا ظلم ہے۔ (2:279)

1.2۔ جب تم تک یہ حکم پہنچے تو قرض خواہ کے ذمے جس قدر سود ہوا سے چھوڑ دو۔ اگر وہ تنگ دست ہے تو اسے قرضہ کی واپسی کی مہلت دو اور اگر وہ اس قابل ہی نہیں کہ قرض واپس دے سکے تو اسے معاف کردو۔ (2:278:280)

1.3۔ اگر تم اس مسلک کو اختیار نہیں کرو گے تو اسے خدا اور رسول کے خلاف جنگ سمجھا جائے گا۔ (2:279)

1.4۔ ربا ہوس زر پرستی کی وجہ سے لیا جاتا ہے۔ اس سے ذہنیت ایسی ہو جاتی ہے۔ جیسے کسی کو سانپ نے ڈس لیا ہو اور وہ بری طرح مضطرب و بیقرار ہو۔ (2:275)

1.5۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ بیع بھی تو ربا ہی کی ایک شکل ہے۔ یہ غلط ہے۔ بیع میں محنت کا معاوضہ لیا جاتا ہے۔ اس لیے وہ حلال ہے۔ ربا میں سرمایہ پر معاوضہ لیا جاتا ہے۔ وہ حرام ہے۔ (2:275)

1.6۔ ربا کے متعلق، سطحی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے قومی دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ غلط ہے اس سے قوم کی اکتسابی قوتیں مضمحل ہو جاتی ہیں اسی لیے انفرادی اور قومی دولت میں آخر کار کمی ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ جہنم کی زندگی ہے۔ (3:129-130)

1.7۔ قومی دولت میں اضافہ ان عطیات (صدقات) سے ہوتا ہے جسے تم رفاہی امور کے لیے دیتے ہو۔ ربا سے قومی معیشت تباہ ہو جاتی ہے۔ (2:276)

1.8۔ اگر تم کسی کو اس کے واجبات سے زیادہ دو اور نیت یہ ہو کہ اس سے تم اس کے مال میں سے کچھ زیادہ لے لو گے تو یہ ذہنیت تباہ کن ہے۔ قانونِ خداوندی کی رو سے صرف وہ مال بڑھتا ہے جسے تم دوسروں کی نشو ونما کے لیے دے دیتے ہو۔ (30:39)

1.9۔ یہود کی تباہی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ ربا کا کاروبار کرتے تھے حالانکہ انہیں اس سے روکا گیا تھا۔ یہ "لوگوں کا مال" ناجائز طریق سے کھانا۔ اس کا نتیجہ الم انگیز تباہی ہے۔(4:160-161)

2۔ احادیث:

2.1۔ سود:

سود کی حرمت کے بارے میں بہت سی احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ ان میں سے چند منتخب احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

2.1.1۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے امور سے بچو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اللہ کے رسول! وہ ہلاک کرنے والے امور کون سے ہیں۔۔۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔۔۔ اور سُود کھانا۔۔۔ (بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی)

2.1.2۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار قسم کے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے: سُود کھلانے والے پر، سود کھانے والے پر، سود کی دستاویز لکھنے والے پر، سود کے بارے میں گواہ بننے والوں پر اور فرمایا کہ یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔(مسلم)

2.1.3۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے بھی سود کا روبار کیا، اس کا انجام ہمیشہ مال کی کمی اور نقصان پر ہوا۔(حاکم، ابن ماجہ)

2.1.4۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا وقت آنے والا ہے کہ کوئی بھی سود کھانے سے نہیں بچ سکے گا اگر کوئی شخص براہِ راست سُود نہیں کھائے گا تو اس کے گرد و غبار (اثرات) سے ضرور متاثر ہوگا۔(ابو داؤد، ابن ماجہ)

سود کی حرمت کے حوالے سے قرآن و حدیث میں جو الفاظ آئے ہیں، ان کا اجتماعی مفہوم یہ بنتا ہے کہ (1) سود کا لین دین حرام ہے (2) سود کا لین دین اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ کے مترادف ہے (3) سود کا نتیجہ بالآخر نقصان ہے (4) سود ایک بدترین گناہ ہے (5) سود کی نحوست سے رزق سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔

2.2۔ قرض کے بارے میں احکام:

قرض لینا اور دینا معاشرتی زندگی کا اہم پہلو ہے۔اس عمل کے بارے میں چند احادیث اور دیگر احکام درج ذیل ہیں:

2.2.1۔ حضرت عبداللہ بن مسعود (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) سے روایت ہے کہ نبی پاک (ﷺ) نے فرمایا: "ہر قرض صدقہ ہے"

2.2.2۔ حضور نبی پاک (ﷺ) کا ایک اور فرمان ہے:

"میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقے کا ہر درہم دس درہم کے برابر ہے اور قرض کا ہر درہم اٹھارہ درہم کے برابر ہے"۔(کیمیائے سعادت)

2.2.3۔ حضرت عبداللہ بن مسعود (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) سے روایت ہے کہ حضور سید دو عالم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: "جو مسلمان کسی مسلمان کو ایک بار قرض دے گا تو اُس کا اتنا ثواب ملے گا گویا اُس نے دو مرتبہ اتنی رقم اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) کی راہ میں دی"۔(ابن ماجہ)

2.2.4۔ حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) فرماتے ہیں، مجھ سے حضور اقدس (ﷺ) نے قرض لیا تھا۔جب حضور (ﷺ) کے پاس مال آیا، ادا فرما دیا اور دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے اہل وعیال میں برکت دے۔(نسائی)

2.2.5۔ کسی کو قرض دینا اگر بہت بڑی نیکی ہے تو اس قرض کی وعدہ کے مطابق واپسی بھی اتنی ہی بڑی ذمہ داری ہے۔حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں نماز پڑھانے کے لئے جنازہ لایا گیا تو حضور سید دو عالم (ﷺ) نے پوچھا، اس مرنے والے پر کوئی قرض تو نہیں ہے؟ اگر ہے تو کیا اس نے کچھ مال بھی چھوڑا ہے کہ جس سے قرض ادا کیا جا سکے۔عرض کیا گیا نہیں تو حضور سید دو عالم (ﷺ) نے فرمایا، تم لوگ اِسکی نماز جنازہ پڑھ لو۔(میں نہیں پڑھوں گا)۔حضرت علی (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے یہ دیکھ کر عرض کیا۔۔۔، اے اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) کے رسول (ﷺ) میں اسکے قرض کو ادا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔حضور (ﷺ) آگے بڑھے اور نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا، "اے علی! (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) اللہ تعالیٰ تجھے آگ سے بچائے اور تیری جاں بخشی ہو جیسے کہ تو نے اپنے اس مسلمان بھائی کے قرض کی

ذمہ داری لے کر اس کی جان چھڑائی ۔(شرح السُّنۃ)

2.2.6۔ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے:

''وہ شخص جس نے اللہ (عزّ وجلّ) کی راہ میں جان دی ہے (یعنی شہید ہوا ہے) اس کا ہر گناہ معاف ہو جائے گا سوائے قرض کے۔'' (مسلم)

2.2.7۔ حضور (ﷺ) کا فرمان ہے:

''جو لوگوں کا مال بطورِ قرض لے اور وہ اِس کی ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے تو اللہ (عزّ وجلّ) اس قرض کو اس کی طرف سے ادا کر دے گا اور جس شخص نے مال بطورِ قرض لیا اور نیت ادا کرنے کی نہیں رکھتا تو اللہ تعالیٰ عز وجل اُس شخص کو اِس کی وجہ سے تباہ کر دے گا۔ (بخاری)

2.2.8۔ قرض کی ادائیگی میں بلاوجہ تاخیر گناہ ہے۔ حضرتِ سیدنا امام غزالی (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) فرماتے ہیں:۔

حدیث شریف میں ہے، ''جو شخص قرض لیتا ہے اور نیت کرتا ہے کہ میں اسے اچھی طرح ادا کروں گا تو اللہ تعالیٰ اُس پر چند فرشتے مقرر فرماتا ہے جو اُس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اِس کا قرض ادا ہو جائے۔ اگر قرضدار قرض ادا کر سکتا ہو اور قرض خواہ کی مرضی کے بغیر ایک گھڑی بھر بھی دیر کرے گا تو گناہ گار ہو گا اور ظالم قرار پائے گا چاہے روزے کی حالت میں ہو یا نماز کی حالت میں یا نیند کر رہا ہو۔ اُس کے ذمہ گناہ لکھا جاتا رہے گا اور یہ ایسا گناہ ہے کہ نیند کی حالت میں بھی اُس کے ساتھ رہتا ہے۔ ادا کرنے کی طاقت یہ شرط نہیں کہ نقد روپیہ ہو بلکہ کوئی چیز اگر فروخت کر سکتا ہے مگر فروخت کر کے ادا نہیں کرتا تو بھی گناہ گار ہو گا اور اگر خراب روپیہ پیسہ یا قرض کے بدلے ایسی چیز دے جو قرض خواہ کو ناپسند ہو تب بھی دینے والا گناہ گار ہو گا اور جب تک اسے راضی نہیں کرے گا' نجات نہ پائے گا۔ اس کا یہ فعل کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

(کیمیائے سعادت)

مندرجہ بالا احادیث' قرض دینے ' لینے اور واپس ادا کرنے کی اہمیت کو خوب واضح کرتی ہیں۔ جس شخص نے اللہ (عزّ وجلّ) کی راہ میں جان تک قربان کر دی اُس کے اوپر بھی اگر کسی کا قرضہ ہے اور وہ اسے اپنی زندگی میں ادا کر کے نہیں آیا تو وہ معاف نہ ہو گا کیونکہ یہ مسئلہ بندوں

کے حقوق سے تعلق رکھتا ہے۔ جب تک قرض خواہ معاف نہ کرے اُس وقت تک اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کرے گا۔

3۔ سود کے متعلق صحابہ کرامؓ کا عمل:

حضور نبی پاک ﷺ، خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر صحابہ کرامؓ نے اپنے عہدِ مبارک میں مختلف علاقوں کے یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین کے ساتھ بہت سے معاہدے کئے۔ ان کو اجازت دی گئی کہ وہ عیسائیت، یہودیت یا بت پرستی پر قائم رہتے ہوئے اسلامی ریاست میں آزادانہ اور باعزت زندگی گزار سکیں، حتیٰ کہ ان کو اسلامی ریاست کے اندر رہتے ہوئے شراب نوشی کی بھی اجازت دی گئی۔ لیکن ان تمام آزادیوں کے باوجود ان کو سودخواری کی اجازت نہیں دی گئی۔ خود سرکار دو عالم ﷺ نے نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ کیا اس میں صراحت کی گئی کہ سودی کاروبار کی صورت میں یہ معاہدہ کالعدم متصور ہوگا۔

اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ نے بھی متعدد غیر مسلم قبائل کے ساتھ معاہدے کئے اور ان کو بطور اہل ذمہ یہ حق دیا کہ وہ اسلامی ریاست میں ایک آزاد شہری کی حیثیت سے رہ سکیں۔ یہ وہ معاہدے اور دستاویزات تھیں جن کو تیار کرنے والے حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ تھے۔ اس سے زیادہ مقدس معاہدوں اور دستاویزات کا کوئی تصور بھی ایک مسلمان کے دماغ میں نہیں آسکتا۔ ان دستاویزات اور معاہدوں میں یہ بات ملتی ہے کہ اگر تم لوگوں نے سودی کاروبار کیا تو یہ معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ اگر تم کسی مسلمان کو قتل کر دو تو جس نے قتل کیا اس کو سزا دیں گے تمہیں من حیث القوم کچھ نہیں کہا جائے گا۔ تمہارا معاہدہ باقی رہے گا۔ تم ہمارے خلاف سازشیں کرو گے تو جو سازش کرے گا اس کو سزا دیں گے۔ تمہارا معاہدہ باقی رہے گا۔ جو جاسوسی کرے گا اس کو سزا دیں گے لیکن معاہدہ باقی رہے گا۔ بدکاری کرو گے تو جو بدکاری کرے گا اس کو سزا دیں گے معاہدہ باقی رہے گا۔ لیکن اگر تم میں سے کسی نے سودی کاروبار کیا تو پھر شہریت کا یہ معاہدہ ختم ہو جائے گا اور ہمارے تمہارے درمیان کھلی کھلی جنگ ہوگی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے سود کو اتنا بڑا جرم سمجھا کہ کسی ایک فرد کا سودی کاروبار کرنا اس بات کے لیے کافی قرار پایا کہ اس کی پاداش میں پوری قوم سے معاہدہ دوستی و امن کو ختم کر دیا جائے۔ اس

طرح کے معاہدے ایک دو نہیں بہت سے ہیں۔

4 ۔ سود کے سماجی اور اخلاقی پہلو:

4.1۔ کسی بھی معاشرہ میں رائج تین طرح کی خرابیاں ایسی ہیں، جن کی ممانعت تینوں بڑے مذاہب یعنی اسلام، یہودیت اور عیسائیت میں صاف ملتی ہے۔ یہ تین خرابیاں ہیں سود شراب اور جنسی بدکاری۔ یہودیت اور عیسائیت میں یہ تینوں چیزیں آج بھی ممنوع ہیں اور گناہ سمجھی جاتی ہیں۔ یعنی سود کو حرام قرار دینا اسلام کی طرف سے کوئی نئی ممانعت نہیں۔ سود ہر دور اور ہر امت میں حرام رہا۔

4.2۔ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کی ایک تحریر کے مطابق ''سود بخل، خود غرضی، شقاوت، بے رحمی اور زر پرستی کی صفات پیدا کرتا ہے۔ وہ قوم اور قوم میں عداوت ڈالتا ہے۔ اور افراد قوم کے درمیان ہمدردی اور امداد باہمی کے تعلقات کو قطع کرتا ہے۔ سود لوگوں میں روپیہ جمع کرنے اور صرف اپنے ذاتی مفاد کی ترقی پر لگانے کا میلان پیدا کرتا ہے۔ سوسائٹی میں دولت کی آزادانہ گردش کو روکتا ہے، بلکہ دولت کی گردش کا رُخ اُلٹ کر نادا روں سے مالداروں کی طرف پھیر دیتا ہے۔ اس کی وجہ سے جمہور کی دولت سمٹ کر ایک طبقہ کے پاس اکٹھی ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ چیز آخر کار پوری سوسائٹی کے لیے بربادی کا موجب ہوتی ہے۔ سود کے یہ تمام اثرات نا قابلِ انکار ہیں، اور جب یہ نا قابلِ انکار ہیں تو اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام جس نقشے پر انسان کی اخلاقی تربیت، تمدنی شیرازہ بندی اور معاشی تنظیم کرنا چاہتا ہے اس کے ہر جز سے سود کلی منافات رکھتا ہے اور سودی کاروبار کی ادنیٰ سے ادنیٰ اور بظاہر معصوم سے معصوم صورت بھی اس پورے نقشے کو خراب کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے اس قدر سخت الفاظ کے ساتھ سود کو بند کرنے کا حکم دیا کہ:

''اللہ سے ڈرو اور جو سود تمہارا لوگوں پر باقی ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان قبول کرو۔'' (البقرہ: 278-289)

قرآن میں اور بھی بہت سے گناہوں کی ممانعت کا حکم آتا ہے اور ان پر سخت وعیدیں بھی ہیں لیکن اتنے سخت الفاظ کسی دوسرے گناہ کے بارے میں وارد نہیں ہوئے۔ اسی بنا پر نبی ﷺ

نے اسلامی قلمرو میں سُود کو روکنے کے لیے سخت کوشش فرمائی۔آپؐ نے نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ کیااس میں صاف طور پر لکھ دیا کہ اگر تم سودی کاروبار کروگے تو معاہدہ کالعدم ہو جائے گا اور ہم کو تم سے جنگ کرنی پڑے گی۔بنو مُغیرہ کے سُود خوار عرب میں مشہور تھے۔فتح مکہ کے بعد حضورؐ نے ان کی تمام سُودی رقمیں باطل کردیں اوراپنے عاملِ مکہَ کو لکھا کہ اگر وہ باز نہ آئیں تو ان سے جنگ کرو۔خود حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ ایک بڑے مہاجن تھے۔حجۃ الوداع میں آپؐ نے اعلان فرمایا کہ جاہلیت کے تمام سُود ساقط کیے جاتے ہیں اور سب سے پہلے میں خود اپنے چچا عباسؓ کا سُود ساقط کرتا ہوں۔آپؐ نے یہاں تک فرمادیا کہ سُود لینے والے اور دینے والے، اور اس کی دستاویز کے کاتب، اور اس پر گواہی دینے والے، سب پر اللہ کی لعنت !ان تمام احکام کا منشا یہ نہ تھا کہ محض سُود کی ایک خاص قسم یعنی یوژری (مہاجنی سُود) کو بند کیا جائے اور اس کے سوا تمام اقسام کے سُودوں کا دروازہ کھلا رہے بلکہ ان سے اصل مقصد سرمایہ دارانہ اخلاق، سرمایہ دارانہ ذہنیت، سرمایہ دارانہ نظام تمدن اور سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت کا کلی استیصال کر کے وہ نظام قائم کرنا تھا جس میں بخل کی بجائے فیاضی ہو، خودغرضی کے بجائے ہمدردی اور امدادِ باہمی ہو اور سُود کی بجائے زکوٰۃ ہو''۔(معاشیات اسلام از ابوالاعلیٰ مودودی صفحہ 264)

4.3۔ اسلامی اصولوں کے مطابق قرض دینے والا نہ کسی نفع کا حق دار ہے اور نہ اس کو نقصان اٹھانے کا پابند کیا جا سکتا ہے۔قرض دینے والے کو البتہ اس بات کا تحفظ حاصل ہوتا ہے کہ اس کا سرمایہ یعنی قرض کے طور پر دی گئی رقم محفوظ رہے گی۔قرض پر کسی قسم کی منفعت حاصل کرنا ''سود'' قرار دیا گیا ہے۔فقہائے کرام نے احادیث کی متعدد روایات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ اصول طے کیا ہے کہ قرضے کی رقم پر ملنے والا کوئی اضافہ جو کسی بھی شکل میں ہو، سود شمار ہوگا، البتہ اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر قرض لینے والے نے پہلے سے طے شدہ شرط کے بغیر محض اپنی طرف سے جذبہ احسان مندی کے تحت کچھ اضافی رقم یا چیز دیدی تو وہ سود شمار نہیں ہوگی۔

4.4۔ جس عمل کے بارے میں قرآن' حدیث اور صحابہ کرامؓ کی تعلیمات اس قدر واضح ہوں اس پر ہمارا اضطراب اور گومگو ایک بہت بڑا المیہ ہے۔کچھ لوگوں کی یہ دلیل کہ جب تک فلاح و بہبود کا متوازی نظام قائم نہ ہو سودی کاروبار ختم نہیں کیا جا سکتا کم ہمتی اور دعوت عذاب کے سوا اور کچھ

نہیں۔جس قبیحہ فعل کے بارے میں اللہ،اس کے رسولؐ اور صحابہ کرامؓ کی اس قدر سخت تعلیمات ہوں اور جو معاشی، سماجی اور اخلاقی اعتبار سے نا قابلِ قبول ہو اسے محض حیلوں بہانوں سے نظر انداز کرنا دینی اور اخلاقی اقدار کے یکسر منافی ہے۔ نبی اکرمؐ کے اس فرمان کے بعد کہ سود دینے والا، سود لینے والا، سود کی دستاویز لکھنے والا اور سود کے بارے میں گواہ بننے والا، سب اس گناہ میں برابر کے شریک ہیں، اس کام سے صرفِ نظر کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ جو لوگ مذہب کو معیشت سے جدا سمجھتے ہیں وہ بھی اس بدترین استحصال کی اجازت نہیں دے سکتے جس کے تحت نفع کا نام لے کر سو فیصد تک سود وصول کیا جائے اور تمام تر اخلاقیات کو بالائے طاق رکھ کر لوگوں کی رگوں سے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا جائے۔ یہ محض کسی مذہب یا دین کا نہیں پوری انسانی اقدار کا معاملہ ہے۔اس لیے اس کے انسداد میں تاخیر کا ہرگز کوئی جواز نہیں۔

5۔ انفاق فی سبیل اللہ

سود کی یہ ظالمانہ روایت اس لیے بھی عام ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام نے ہمیں اپنی آہنی گرفت میں لے رکھا ہے اور ہم ''انفاق سبیل اللہ'' یا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت سے دور ہو رہے ہیں۔ اسلام ایسے معاشرے کا تصور بھی نہیں کرتا جہاں ایک شخص کے پاس پچاس بلین ڈالر ہوں اور ایک شخص پچاس روپوں سے بھی محروم رہ جائے۔ سود کے چنگل میں پھنسے افراد کی مدد کرنے سے ہماری دولت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ مجبور اور بے بس افراد کی سرپرستی معاشرہ کی اجتماعی ذمہ داری تو ہے ہی لیکن اسلام ہمیں اس ضمن میں انفرادی طور پر بھی عمل کی راہ دکھاتا ہے۔قرآنِ پاک میں ارشادِ خداوندی ہے کہ:

5.1۔ اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے(سورۃ البقرہ 195)

5.2۔ (اے محمد) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کس طرح کا مال خرچ کریں کہہ دو کہ (جو چاہو خرچ کرو لیکن) جو مال خرچ کرنا چاہو وہ (درجہ بدرجہ اہلِ استحقاق یعنی) ماں باپ کو اور قریب کے رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو (سب کو دو) اور جو بھلائی تم کرو گے اللہ اس کو جانتا ہے(سورۃ البقرہ 215)

5.3۔ (اے پیغمبر) لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں کہہ دیجیے جو ضرورت سے زیادہ ہو (سورۃ البقرہ 219)

5.4۔ اے ایمان والو! جو مال ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے پہلے خرچ کرلو جس میں نہ (اعمال کا) سودا ہو اور نہ دوستی اور سفارش ہو سکے۔ (سورۃ البقرہ 254)

5.5۔ جو لوگ اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں ان کے مال کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے اُگیں سات بالیاں اور ہر بالی سے اُگیں سو سو دانے اور اللہ جس کے مال کو چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے وہ بڑی کشائش والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ جو لوگ اپنا مال اللہ کے رستے میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ اس خرچ کا کسی پر احسان رکھتے ہیں اور نہ کسی کو تکلیف دیتے ہیں ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس (تیار) ہے اور قیامت کے روز نہ ان کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (سورۃ البقرہ 261-262)

5.6۔ جو لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور خلوص نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک باغ سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو اس پر مینہ پڑے تو دگنا پھل لائے اور اگر مینہ نہ پڑے تو پھوار ہی سہی اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ (سورۃ البقرہ 265)

5.7۔ اور جو مال تم خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا کچھ نقصان نہیں کیا جائے گا۔ (سورۃ البقرہ 272)

(انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ رب العزت کی راہ میں خرچ کرنے کے یہ تمام حوالے قرآن کریم کی صرف ایک سورۃ البقرہ میں سے ہیں)

خطبہ حجۃ الوداع

عظیم الشان منشور انسانیت

خطبہ حجۃ الوداع سے اقتباس

اللہ پاک کی حمد و ثناء کے بعد نبی ء آخر الزماں حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لوگو! میری بات غور سے سنو۔ میرا خیال ہے کہ میں اس سال کے بعد اس جگہ پر تم سے نہ مل سکوں گا اور نہ شاید اس سال کے بعد حج کر سکوں گا۔

- لوگو! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے بہت سے قبیلے اور خاندان بنا دیئے ہیں۔ تا کہ تم پہچانے جا سکو۔ یعنی باہم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔
- اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت اور برتری نہیں ہے اور نہ کسی کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر۔ فضیلت اور برتری صرف پرہیزگاری کی بنیاد پر ہے۔
- تم سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ خون یا مال کا ہر وہ دعویٰ جس کے لوگ مدعی ہیں وہ میرے قدموں تلے ہے (میں اسے باطل قرار دیتا ہوں)''۔
- اے گروہ قریش! قیامت کے دن ایسا نہ ہو کہ تم دنیا کا بوجھ اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہوئے آؤ اور لوگ آخرت کا سامان لے کر آئیں۔ یاد رکھو اگر ایسا ہوا تو میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکوں گا۔
- خبردار! زمانہ جاہلیت (قبل از اسلام) کی تمام رسمیں میرے قدموں کے نیچے روند دی گئی ہیں۔ زمانہ جاہلیت کے تمام خون (خواہ کسی کے بھی ہوں) سب معاف ہیں (اب فریقین میں سے کوئی اس کا بدلہ نہ لے گا)۔ میں اس سلسلہ میں سب سے پہلے اپنے ہی خاندان کا ایک خون جو ربیع بن حارث کے بیٹے کا ہے معاف کرتا ہوں۔
- **دور جاہلیت کا ہر سود معاف ہے (اس قانون کی ابتداء بھی میں اپنی طرف سے کرتا ہوں) اور اپنے چچا عباس کا سود معاف کرتا ہوں۔ ان کا سود سب کا سب معاف اور کالعدم ہے۔**

- لوگو! تمہارے خون (جانیں) تمہارے اموال اور تمہاری عزت و آبرو قیامت تک ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ جس طرح تمہارے اوپر اس دن، اس مہینہ اور اس شہر کی حرمت واجب ہے اور تم سب عنقریب اپنے پروردگار سے جاملو گے۔ جہاں تم سے تمہارے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔
- خبردار کسی عورت کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ دے۔ عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کے ہمیشہ پابند رہو۔ کیونکہ وہ تمہاری نگرانی میں ہیں۔ عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلمات کے ذریعے انہیں جائز وحلال کیا ہے۔
- لوگو! اللہ تعالٰی نے (میراث کا قانون نافذ کرکے) ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے۔ اس لیے اب کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔
- قرض ادا کیا جائے گا۔ عاریت واپس کی جائے گی۔ ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔ خبردار جرم کرنے والا خود اپنے جرم کا ذمہ دار ہے۔ باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں اور بیٹے کے جرم کا ذمہ دار باپ نہیں۔
- کسی شخص کیلئے کسی بھائی کی چیز لینا جائز نہیں۔ البتہ اس صورت میں جائز ہے کہ وہ خوش دلی کے ساتھ دے۔ پس تم لوگ اپنے اوپر ظلم وزیادتی نہ کرو۔
- لوگو! خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔
- خبردار! میرے بعد گمراہ یا کافر نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔
- جس شخص کے پاس کسی کی امانت ہو اس پر لازم ہے کہ وہ امانت والے کو ٹھیک ٹھیک طریقہ سے لوٹا دے۔
- اگر کوئی نکٹا (ناک کٹا) اور سیاہ فام حبشی تمہارا امیر بنا دیا جائے اور وہ کتاب اللہ (قرآن مجید) کے مطابق تمہاری قیادت کرے تو تم پر اس کی اطاعت لازم ہے۔
- اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہے۔ میں تمہارے اندر ایک نعمت چھوڑے جارہا ہوں۔ اگر تم مضبوطی سے اسے تھامے رہو گے تو گمراہ نہ ہو گے اور وہ

نعمت کتاب اللہ (قرآن مجید) اور میری سنت (حدیث) ہے۔

- خبردار! اپنے رب کی عبادت کرتے رہو۔ پانچ وقت کی نمازوں کی پابندی کرو۔ ماہ رمضان کے روزے رکھو۔ اپنے اموال کی خوش دلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ اپنے رب کے گھر (بیت اللہ) کا طواف کرتے رہو۔ اپنے امراء کے حکم کی پیروی کرو تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "اللھم اشھد"

اے اللہ تو گواہ رہنا۔۔۔اے اللہ تو گواہ رہنا۔۔۔اے اللہ تو گواہ رہنا"

آپؐ نے اپنی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھایا اور پھر لوگوں کو طرف جھکا کر فرمایا۔

اے اللہ تو گواہ رہنا۔۔۔اے اللہ تو گواہ رہنا"۔

اس عظیم خطبہ میں ظلم کے ہر دستور کو مٹانے کا اعلان کیا گیا ہے۔ یہ خطبہ انقلاب کا پیغام ہے۔ انسانیت اور مساوات کے ہر داعی کے لیے یہ الفاظ مینارۂ نور ہیں۔ زندگی ان کی اطاعت میں ہے روگردانی میں نہیں۔ اسی خطبہ میں سود کی بیخ کنی کا اعلان بھی ہے۔

انسداد منی لینڈرنگ ایکٹ

not found.

محترمہ حمیرا شاہد ایم پی اے کی تحریک پر منظور ہونے والا پنجاب اسمبلی کا یہ قانون انصاف کے ہر ایوان کے لیے ایک سوال ہے۔

سودی قرضوں کا ایک حل: تھائی لینڈ

سودی قرضوں کا ایک حل: تھائی لینڈ

تھائی لینڈ میں نچلی سطح پر سودی کاروبار شاید اتنا ہی عام ہے جتنا پاکستان میں۔ وہاں منی لینڈر کو Loan-Shark کہا جاتا ہے۔ یہ نام ایک استعارہ ہے۔ جس طرح شارک مچھلی اپنے شکنجے میں پھنسنے والے کا تمام تر خون چوس لیتی ہے اسی طرح یہ لون شارک بھی اپنے چنگل میں پھنسنے والے لوگوں کے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیتے ہیں۔ تھائی لینڈ کی حکومت نے سودی لعنت میں گرفتار لوگوں کی بحالی کے لیے حال ہی میں کچھ انقلابی اقدامات کئے ہیں۔ ان اقدامات کے تحت بھاری شرح سود پر لیے گئے ان قرضوں کو حکومت کی جانب سے Refinance کیا جا رہا ہے۔ اس اقدام کی بدولت لاکھوں مصیبت زدہ گھرانوں کی مشکل کا ازالہ ہو رہا ہے۔ یہ کارنامہ اس ملک کی دوراندیش وزیر خزانہ Korn Chatikavanij نے انجام دیا ہے۔ کارن نے حال ہی میں ایک انٹرویو میں کہا۔۔۔ "لون شارکس ہمارے معاشی نظام میں کینسر کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ ہم ان کے دام میں گرفتار تمام افراد کے قرضوں کو Refinance کرنے کا کام کر رہے ہیں۔ ابھی تک ہم چار لاکھ سے زیادہ ایسے قرضے Refinance کر چکے ہیں۔ ابھی اس کام کو اور بڑھانے کی ضرورت ہے۔ ہمیں لوگوں کو یہ احساس دلانا ہے کہ یہ کام حکومت کی اولین ترجیحات میں شامل ہے"۔ (New Week, August 23-30, 2010, p.74)۔

کیا ایسا کوئی کام پاکستان، جہاں ہر دم اسلام کی سربلندی کے نعرے بلند ہوتے ہیں، میں نہیں ہو سکتا؟ حکومت بڑی آسانی کے ساتھ ان قرضوں کو بنکوں کے ذریعے Refinance کروا سکتی ہے۔ سماجی تنظیمیں ایسے لوگوں کی نشاندہی اور قرضہ کیسز کی تیاری کے ضمن میں ہر ذمہ داری ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ یہاں تک کہ ان تمام گھرانوں کی ضمانت یا ان کے لیے Collateral کا بندوبست بھی کیا جا سکتا ہے۔ دوسری جانب اسلامی بنکوں کے پاس کروڑوں روپے کی ایسی رقوم بھی موجود ہیں جو وہ جرمانے کی مد میں لوگوں سے وصول کرتے ہیں۔ یہ رقوم ایسے قرضوں کی ادائیگی کے لیے نہایت آسانی سے استعمال کی جا سکتی ہیں اور یوں ان ظالمانہ قرضوں کو قرضِ حسنہ میں تبدیل کر کے ہزاروں لاکھوں افراد کو زندگی کی نوید دی جا سکتی ہے۔ میزان بنک، الفلاح بنک، البرکہ بنک، بنک اسلامی، داؤد اسلامی بنک اور کنونشنل بنکوں کے اسلامی شعبہ جات۔ کیا یہ ادارے

اس کام کا بیڑہ

نہیں اُٹھا سکتے۔اسٹیٹ بنک آف پاکستان چاہے تو یہ تمام کام چشم زدن میں ہوسکتا ہے۔اسٹیٹ بنک کے حکم پر تمام اسلامی بنک "قرضِ حسنہ فنڈ" بنا کر سود کے گرداب میں پھنسے ہوئے لوگوں کو مژدۂ جانفزا سنا سکتے ہیں۔ایک عظیم اسلامی روایت کا احیاء کر سکتے ہیں۔اس سلسلہ میں کسی بھی قسم کے اضافی وسائل کی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ اسلامی بنک جرمانے کی متذکرہ بالا رقوم کو عطیات کی صورت میں دینے کے پابند ہیں اور معاشرے میں ایسی تنظیمیں بھی موجود ہیں جو قرضِ حسنہ جیسے کام کا وسیع تجربہ اور صلاحیت رکھتی ہیں۔ضرورت صرف سوچ، فکر اور دردمندی کی ہے۔گو کب تک کسی مسیحا کی راہ دیکھیں گے۔

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی

میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

اخوت: ایک تعارف

اخوت: ایک تعارف

اخوت بھائی چارے کے اسلامی اصولوں پہ قائم ایک ایسا ادارہ ہے جو گذشتہ نو سال سے غربت کے خاتمے کے لیے سرگرم عمل ہے۔ اس ادارے کی اہم حکمتِ عملی چھوٹے قرضوں کی فراہمی ہے۔ یہ قرضے ان افراد کو دیئے جاتے ہیں جو سرمایہ کی کمی کی وجہ سے غربت کا شکار ہیں مگر کسی کاروبار کے ذریعے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہتے ہیں۔ **اخوت** مائیکروفنانس یا قرضِ حسنہ پروگرام مندرجہ ذیل امتیازی خصوصیات کا حامل ہے:

- ☆ **اخوت** کے قرضے بلاسود بنیادوں پہ دیئے جاتے ہیں۔ ان قرضوں کی حد تیس ہزار روپے تک کی ہے۔ یہ قرضے شخصی ضمانت کے اصولوں پہ دیئے جاتے ہیں۔
- ☆ ہر وہ شخص جسکی ماہانہ آمدنی چھ ہزار یا اس سے کم ہے قرضے کے لیے درخواست دے سکتا ہے۔
- ☆ یہ قرضے زیادہ تر کاروباری مقاصد کے لیے دیئے جاتے ہیں۔
- ☆ **اخوت** بے جا انتظامی مصارف اور قرضوں کی تقسیم پر اٹھنے والے اخراجات کا بوجھ غریب لوگوں پر نہیں ڈالتا۔ یہ بوجھ باہمی تعاون سے اٹھایا جاتا ہے۔
- ☆ **اخوت** کی ہر برانچ ایک مسجد یا کسی بھی مذہب کی عبادت گاہ سے منسلک ہوتی ہے۔ ابھی تک اس ادارہ کی برانچیز چون مساجد اور ایک چرچ میں قائم ہو چکی ہیں۔
- ☆ **اخوت** عطیات کے لیے معاشرے کے مخیّر افراد سے رجوع کرتا ہے۔ جو زکوۃ، صدقات اور عطیات سے اس ادارے کی مدد کرتے ہیں۔
- ☆ **اخوت** مالی وسائل کے لیے ریاست یا بین الاقوامی ڈونر ایجنسیز سے صرف اسی صورت میں رابطہ کرتا ہے اگر یہ امداد **اخوت** کے بنیادی اصولوں سے متصادم نہ ہو۔
- ☆ **اخوت** غربت کے خاتمے کو کاروبار نہیں سمجھتا بلکہ اہم سماجی اور دینی فریضہ سمجھتا ہے۔
- ☆ یہ ادارہ بھیک یا خیرات کی بجائے تعاون اور اشتراک پہ یقین رکھتا ہے۔ ہمارا اولین مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔
- ☆ اس پروگرام سے مستفید ہونے والے افراد کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔
- ☆ یہ پروگرام اب تک ایک ارب سے زیادہ رقم کے قرضے تقسیم کر چکا ہے۔ جن کی واپسی

کی شرح اللہ کے فضل سے سو فیصد ہے۔

☆ **اخوت** کے Core Staff کے علاوہ **اخوت** سے منسلک تمام افراد رضا کارانہ طور پر کام کرتے ہیں۔

☆ **اخوت** لاہور‘ راولپنڈی اور فیصل آباد کے علاوہ گجرات‘ ملتان‘ جہانیاں، لودھراں‘ دنیا پور‘ ساہیوال‘ سرگودھا‘ بہاولپور‘ خانیوال، سمندری ، ڈجکوٹ، چنیوٹ، خیر پور (سندھ)‘ کراچی‘ مانسہرہ‘ پشاور‘ نوشہرہ‘ مظفرگڑھ‘ تلمبہ‘ چونیاں‘ چھانگا مانگا‘ بہاولنگر اور کوٹ مومن میں کام کررہا ہے۔

☆ **اخوت** کو دیئے جانے والے تمام عطیات انکم ٹیکس کی کٹوتی سے مستثنٰی ہیں۔

☆ **اخوت** پاکستان مائیکروفنانس نیٹ ورک کا ممبر اور Pakistan Centre for Philanthropy کے ساتھ رجسٹرڈ ہے۔

☆ پرائیویٹ منی لینڈر سے لیے گئے سودی قرضوں سے نجات **اخوت** کی ایک اہم حکمت عملی ہے۔ایسے تمام غریب خاندان جو غربت وافلاس کی وجہ سے پرائیویٹ یا انفرادی منی لینڈر سے قرضہ لے چکے ہیں اس قرضہ کی ادائیگی کے لیے **اخوت** سے رابطہ کرسکتے ہیں۔ **اخوت** کی جانب سے دیئے گئے ان قرضوں کو لبریشن لون Liberation Loans کہا جاتا ہے اوران کی زیادہ سے زیادہ حد پچاس ہزار روپے تک ہوتی ہے۔

اخوت: فلسفہ‘ اصول‘ طریقہ کار

مواخاتِ مدینہ

اخوت کے نام سے قائم یہ ادارہ دراصل ایک عظیم اسلامی روایت کی پیروی کا نام ہے۔اس روایت کی بنیاد چودہ سو سال قبل ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے رکھی۔اس روایت کا آغاز اس وقت ہوا جب مسلمانوں کو مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آنا پڑا۔اہلِ مدینہ نے اس موقعہ پر مہاجرین کو ایک باوقار زندگی گزارنے کے لیے تعاون کی پیشکش کی۔ان مہاجرین میں سے کچھ کا تعلق دولت منداور خوشحال گھرانوں سے تھا‘ لیکن مکہ سے اچانک نکلنے کی وجہ سے وہ لوگ اپنے ساتھ کچھ نہ لا

سکے۔یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ نے انصار مدینہ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ ہجرت کر کے یہاں پہنچنے والے آج سے تمہارے بھائی ہیں۔یہ سن کر انصار ان مہاجرین کو اپنے اپنے گھر لے گئے اور کہنے لگے کہ اس گھر میں جو کچھ ہے' آدھا آپ کا اور آدھا ہمارا ہے۔

مواخات کا یہ رشتہ بظاہر ایک عارضی ضرورت کے تحت قائم کیا گیا لیکن درحقیقت یہ ایک عظیم الشان روایت کا آغاز تھا۔چودہ سو سال پہلے اخوت کے نام پہ قائم کیا گیا یہ رشتہ ہمیں پیغام دیتا ہے کہ اگر مدینہ کے باسی مہاجرین مکہ کو اپنے مال و دولت میں شریک کر سکتے تھے تو ہمیں آج اس عمل سے کون روکتا ہے۔کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم سب دکھ اور سکھ میں ایک دوسرے کے ساتھی بنیں۔ہماری دسترس میں اگر دو چپاتیاں ہیں' تو ایک یا آدھی چپاتی اس شخص کو دے دیں جو اس سے بھی محروم ہے۔اس عمل میں بھیک کا جذبہ نہیں' بلکہ قرض اور ذمہ داری کا احساس موجزن ہو کہ انسانیت خیرات کی نہیں' اخوت کی طلب گار ہے۔یہ ادارہ مواخات کا وہی اصول دہرانا چاہتا ہے۔یہی سوچ اخوت کے قیام کی بنیاد' یہی اس کے نام کی وجہ اور یہی اس کا فلسفہ ہے۔

قرضِ حسنہ

قرضِ حسنہ' اسلام اور اسلام کے علاوہ ہر بڑے مذہب میں ایک پسندیدہ روایت رہی ہے۔قرضِ حسنہ سے مراد ایسا قرض ہے جو حسنِ سلوک یا نیکی کی بنیاد پر دیا جائے اور اس پر کسی طرح کے سود یا منافع کی شرط عائد نہ ہو۔قرضِ حسنہ کی اہمیت کا اندازہ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہوتا ہے کہ "صدقہ کی دس نیکیاں ہیں جبکہ قرضِ حسنہ کی اٹھارہ نیکیاں ہیں"۔اس ارشاد کے پیچھے جو حکمت نظر آتی ہے' وہ یہی ہے کہ قرضِ حسنہ سے کسی شخص کی عزت کو کوئی ٹھیس نہیں لگتی۔اخوت نے قرضِ حسنہ کے اسی تصور کو مائیکروفنانس کے جدید اصولوں کے ساتھ جوڑ کر ایک نظام وضع کیا ہے۔جس کے تحت مائیکروفنانس کو اسلامی اصولوں اور روایات کی چھلنی میں سے گذرنے کا موقع دیا گیا۔سود سمیت جو آلائشیں تھیں وہ علیحدہ ہو گئیں اور جو نظام سامنے آیا وہ عین وہ نظام تھا' جسے قرضِ حسنہ کا نام دیا جا سکتا ہے۔

اسلامی معاشرہ میں اخوت یا بھائی چارہ کی اہمیت:

قرآنی تعلیمات کے مطابق تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔قرآن کریم میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا گیا تھا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔خدا نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت ڈال دی اور اس طرح اپنے فضل سے تمھیں اِخوانًا یعنی بھائی بھائی بنادیا۔گویا اخوت یا بھائی چارہ اللہ تعالیٰ کا انعام بھی ہے اور حکم بھی۔امیر اور غریب، خوشحال اور مفلس، طاقتور اور کمزور، چھوٹے اور بڑے، گورے اور کالے۔ان سب کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کرنے سے ایک مثالی معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔اخوت کا آغاز بہت دلچسپ انداز میں ہوا تھا۔چند سال قبل کچھ دوست لاہور جم خانہ کلب میں اکٹھے ہوئے اور مائیکرو فنانس کی افادیت پر گفتگو ہونے لگی۔یہ تمام لوگ اس امر پر متفق تھے کہ چھوٹے قرضے غربت کے خاتمہ کا اہم ذریعہ بن سکتے ہیں تاہم انہیں ان قرضوں پر عائد ہونے والے بھاری سود اور سروس چارجز پر اعتراض تھا۔یہیں سے قرضِ حسنہ کے باقاعدہ نظام کے بارے میں سوچ بچار کا آغاز ہوا اور ایک ادارے کے خدوخال واضح ہونے لگے۔

اخوت کا پہلا قرضہ:

اخوت کا سب سے پہلا قرضہ لاہور جنرل ہسپتال کے عقب میں واقع رسول پارک نامی کچی بستی کی رہائشی ایک بیوہ خاتون کو دیا گیا۔اس خاتون کا کہنا تھا کہ خاوند کی وفات کے بعد گھر کی تمام تر ذمہ داریاں اس کے کندھوں پر ہیں۔وہ ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا چاہتی تھی لیکن اس کو بھیک یا خیرات کا راستہ منظور نہیں تھا۔اس کا کہنا تھا کہ اگر اسے قرضِ حسنہ کے طور پر دس ہزار روپے مل جائیں تو وہ اور اس کا گھرانہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا ہے۔اس کی خواہش کے مطابق اسے دس ہزار روپے پیش کر دیئے گئے۔یہ یکم محرم الحرام (مارچ 2001) کی بات ہے۔اس خاتون نے اس رقم سے کپڑا سینے کی دو جدید مشینیں خریدیں۔گھر کے قریب ہی واقع ایک سکول سے بچوں کی یونیفارم بنانے کا آرڈر اسے پہلے ہی مل چکا تھا۔اس بہادر خاتون اور اس کی بیٹیوں نے دن رات محنت کی۔چھ ماہ کے عرصہ کے دوران گھر کا خرچ بھی نکالا، ایک بچی کی شادی کی، اور قرضہ بھی واپس کر دیا۔اس گھرانے کے اس کارنامے نے ہماری آنکھیں کھول دیں۔اپنی عزت، اپنے وقار کا سودا کیے بغیر اور

پیشانی پر گداگری کا داغ لگنے سے پہلے اس عورت نے ایک بہترین راستے کا انتخاب کر لیا تھا۔ یہ قرضہ بارش کا پہلا قطرہ تھا۔ اس قرضے کی کامیاب واپسی نے اس احساس کو اور گہرا کر دیا کہ ہزاروں باعزت گھرانوں کی اس طرح سے مدد کی جا سکتی ہے۔

اخوت:

ضروری معلومات برائے رابطہ

ضروری معلومات کیلئے برائے رابطہ

ہیڈ آفس:

فون نمبر: 042-35156382,042-35122743, 042-8486894

ای میل: akhuwatinfo@yahoo.com,

contact@akhuwat.org.pk

amjadsaqib1@gmail.com

ویب سائیٹ: www.akhuwat.org.pk

www.akhuwatonline.org

ایڈریس: ہاؤس نمبر 382، بلاک نمبر 15، سیکٹر بی ون، ٹاؤن شپ، لاہور۔

مالیاتی آڈیٹر: A. F. FERGUSON & CO

اکاؤنٹ کا نام: اخوت

اکاؤنٹ نمبر: 0222-03600000070

بینک کا نام: میزان بینک

سیوفٹ کوڈ: MEZNPKKAXXX

بینک کا ایڈریس: 6-2/C-1، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور

اخوت UK:

UK Charity Registration No: 1136317

Account Number: 420 104 10

Bank: HSBC

Branch Sort Code: 40-35-20